میرے سالار مسعود پر رحمتیں
غازیٔ دین وملت پہ لاکھوں سلام

سوانح
مسعود غازی

رضی اللہ عنہ

تالیف

(مولانا) ثابت علی برہانی مصباحی

صدر المدرسین مدرسہ عربیہ اہل سنت اشرف البرکات موضع کرّی پوسٹ سکری
تحصیل خلیل آباد سنت کبیر نگر یوپی۔ رابطہ نمبر: 9984584424

نام کتاب : سوانح مسعود غازی رضی اللہ عنہ
مؤلف : حضرت مولانا ثابت علی برہانی مصباحی
کمپوزنگ : محمد ارشاد احمد مصباحی ممبئی۔۹۸۳۳۸۴۴۸۵۱
پروف ریڈنگ : محمد ارشاد احمد مصباحی دار العلوم مخدومیہ ممبئی
ناشر : حضرت مولانا ثابت علی برہانی مصباحی
سال اشاعت اول : اپریل ۲۰۰۰ء
سال اشاعت ثانی : رجب المرجب ۱۴۳۹ھ-اپریل ۲۰۱۸ء
صفحات : ۱۰۴
ہدیہ :

ملنے کے پتے

☆ مدرسہ عربیہ اشرف البرکات مقام کری پوسٹ سکری ضلع سنت کبیر
☆ مدرسہ عربیہ احسن البرکات مقام کری پوسٹ سکری ضلع سنت کبیر نگر
☆ مولانا ثابت علی برہانی مصباحی مقام کری پوسٹ سکری ضلع سنت کبیر نگر
☆ مولانا محمد ارشاد احمد مصباحی دار العلوم مخدومیہ جوگیشوری ممبئی

فہرست

شرف انتساب

آل الرحمٰن بُرھَانُ الْحَقُ
شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

پیر طریقت، مرشد برحق، رہبر شریعت، مصلح قوم وملت، سیدی ومرشدی حضور برہان ملت علیہ الرحمہ قادری رضوی سلامی جبل پوری، جنھوں نے خلوص ومحبت کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی اور جن کے فیضان کرم کا دریا کل بھی جاری تھا اوران شاءاللہ صبح قیامت تک جاری رہے گا۔

اور اپنے والدین کریمین کے ایصال ثواب کے لئے جن کی عنایتوں، شفقتوں اور دعائے سحر گاہی کے طفیل میں زیور علم سے آراستہ ہوکر خدمتِ دین متین کے لائق ہوا۔ پروردگار عالم عزوجل ان کی قبروں پر اپنے رحمت وانوار کی بارشیں نازل فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

گر قبول افتدز ہے عزوشرف

نیاز کیش

ثابت علی برہانی مصباحی

اپنی کہانی اپنی زبانی

نام:۔ثابت علی ابن برخوردار

تاریخ پیدائش:۔۲رفروری ۱۹۶۲ء بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق

ابتدائی تعلیم:۔مادر علمی دارالعلوم اہل سنت احسن البرکات موضع کری میں استاذ گرامی مولوی مہر علی صاحب، مولوی دلدار علی صاحب اور منشی نذیر احمد صاحب سے قرآن کریم ناظرہ اور اردو کی چند کتابیں پڑھیں۔

درس نظامیہ کا آغاز:۔بچپن ہی میں والدین کریمین کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو ہمارے بڑے بہنوئی محترم جناب نظام الدین صاحب کریلی اور واجد علی قوّال مصرو نے ہمارا داخلہ ایک مشہور ومعروف ادارہ دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں کرادیا جہاں پر میں نے مکتب سے لے کر کافیہ تک کی تعلیم حاصل کیا۔ اور حضرت علامہ اعجاز احمد خان صدر المدرسین، حضرت علامہ کاظم علی صاحب شیخ الحدیث، حضرت علامہ نثار احمد صاحب اور دیگر اساتذۂ کرام کی درسگاہوں سے علم حاصل کرنے کی سعادت حاصل کیا۔

الجامعۃ الاسلامیہ روناھی میں آمد:۔اس کے بعد دوسال کے لئے مشہور دینی درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد میں آ گیا۔ جہاں پر میں نے حضرت علامہ نعمان احمد خان صدرالمدرسین، حضرت علامہ شبیر حسن صاحب شیخ الحدیث، حضرت علامہ محمد ایوب صاحب ودیگر اساتذۂ کرام سے اکتساب علم کیا۔

بیعت:۔حسن اتفاق کہ میرے زمانۂ طالب علمی ہی میں الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی میں پیر طریقت رہبر شریعت مرشد برحق مقتدائے اہل سنت مصلح قوم وملت وسیدی وسندی حضور برہان ملت علیہ الرحمہ قادری رضوی سلامی جبل پوری تشریف لائے۔

جنھوں نے خلوص ومحبت کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کیا اور جن کے متعلق سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کہ:

آل الرحماں برہان الحق   شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

چنانچہ انھیں کے دست حق پرست پر مورخہ ۱۴؍ مارچ ۱۹۸۱ء مطابق ۱۰؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ میں بیعت ہونے کی سعادت حاصل کی اور ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوا۔

الجامعة الاشرفیه میں داخله:۔ میں نے اپنے زمانۂ طالب علمی کے آخری دو سال جماعت سابعہ وثامنہ الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارک پور میں گزارے اور مشہور زمانہ علمائے کرام مثلاً بحرالعلوم حضرت علامہ ومولانا مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ، حضرت علامہ شیخ القرآن عبداللہ خان، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب، محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین صاحب اور ماہر علوم وراثت حضرت علامہ محمد شفیع صاحب ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ ودیگر علمائے کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

تحریری و تقریری مقابله:۔ جب کہ طلبائے الجامعۃ الاشرفیہ کا یہ دستور رہا ہے کہ ہر سال عرس رضوی کے موقع پر تحریری وتقریری مقابلہ ہوا کرتا ہے اور جو طلبہ ان میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہیں انھیں علماء ومشائخ کے ہاتھوں انعام اول، دوم، سوم سے نوازا جاتا ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ چنانچہ میں نے بھی فراغت کے سال تقریری مقابلے میں حصہ لیا تھا اور میرا موضوع سخن تھا ''امام احمد رضا بحیثیت شاعر اسلام''۔ بفضلہٖ تعالیٰ تقریر کرنے میں مَیں فرسٹ آیا اور علامہ عبداللہ خان صاحب قبلہ کے مبارک ہاتھوں سے انعام اول کا تمغہ حاصل کیا۔ اسی وقت تمام طلباء الجامعۃ الاشرفیہ میں شہرت ہوگئی کہ مولانا ثابت علی یہی

ہیں۔ انھوں نے جماعت ثامنہ کا سر فخر سے اونچا کر دیا ہے۔

اس موقع پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس تقریر کا مختصر حصہ اپنے قارئین کرام کے حوالہ کر دوں۔

تقریری مقابله کا نمایاں حصه:۔ خطبۂ مسنونہ اور تمہیدی کلمات کے بعد سلسلۂ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ عاشق رسول، مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ سے ایک عالم آشنا ہے۔ آپ ایک بہت بڑے مجدد، مصلح، مفکر، اور عاشق رسول ہونے کے ساتھ ایک عظیم شاعر بھی ہیں۔ لیکن شاعر کی حیثیت سے دنیا آپ کو بہت کم جانتی ہے۔ آج ہم آپ کے سامنے فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو ایک نعت گو شاعر کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ارشاد فرمایا:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

اس شعر کے لفظی ومعنوی حسن کا تجزیہ کیجئے تو صناعی اور فنکاری کی دنیا نظر آئے گی۔ اس شعر کا مفہوم فقط اتنا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے غیر معمولی حسن سے مبہوت ہو کر عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور دوسری طرف سرکار کے صرف نام پر سر کٹانے اور جان لٹانے کو تیار رہتے تھے۔

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ ایک دوسرے کے مقابلے میں ایسا ہے جہاں فن اپنے پورے کمال کے ساتھ جلوہ افروز ہے۔ نیز محبت اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ سرچشمۂ حیات لئے زمین کی وسعتوں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک محبوب کے نت نئے بکھرے ہوئے جلووں میں نہاتی ہوئی

نظر آتی ہے مگر ان کا ادراک ایک گدائے عشق کا شعور ہی کر سکتا ہے جو کس قدر بیدار ہے۔ ملاحظہ ہو:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردان عرب

فنی اعتبار سے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ کا استعمال اس سلیقے اور ہنر مندی سے کیا گیا ہے کہ ان کے باہمی تقابل سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار تفضیل ثابت ہوتی ہے۔

وہاں حسن، یہاں نام، وہاں مصر، کہ جس کی معاشرت، تمدن، علم، تہذیب، شائستگی، شرافت، متانت کا غلغلہ اور یہاں عرب کہ زمانۂ جاہلیت میں اس کی جہالت وسرکشی، خباثت وکجروی، تمرد وخودسری کا شہرہ۔ وہاں سبک خرام، نازک اندام، صبح بہار کی طرح نکھری ہوئی تر وتازہ حسینائیں اور یہاں جنگجو قبائل کے مردان شیر افگن، کہاں زنان مصر اور کہاں مردان عرب۔ لیکن حسن یوسف پر انگلیوں کا کٹ جانا اور اسم مصطفیٰ پر سر کٹا دینا اپنی جگہ پر زبردست معنویت رکھتا ہے کہ کٹنا غیر ارادی اور اضطراری فعل ہے، لیکن کاٹنا ارادہ اور مرضی کے بغیر ممکن ہی نہیں، گویا کہ مجبوری اور مختاری کا آمنا سامنا ہو رہا ہے۔

اسی طرح یوسف اور اسم سرور کائنات بھی شاعر کے فکر میں رو برو ہیں۔ حضرت یوسف کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر بے اختیاری میں انگلیاں کٹی ہیں، لیکن جمال مصطفیٰ کو دیکھ کر نہیں بلکہ صرف سن کر سر کٹانے کی تمنا جوان ہوگئی ہے۔ جس بارگاہ وفا میں نام کی یہ تاثیر ہو وہاں جلوۂ ذات کی تجلیات کا کیا عالم ہوگا۔

یہ فاضل بریلوی کی وہ ایمائیت ہے جہاں ٹھہر کر آپ جس قدر غور کریں گے عشق مصطفیٰ کی چاشنی دو آتشہ ہوتی ہوئی محسوس ہوگی۔

ع جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محدود

بڑی سچی اور منطقی بات ہے۔ لیکن شاعر کی قادر الکلامی ہے کہ اس نے بہت کچھ کہہ کر بھی تذکرۂ حسن یار کو محدود نہیں ہونے دیا۔ آپ کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش صرف نعتوں کا ایک دلکش مجموعہ ہی نہیں بلکہ خدا اور رسول کی عظمت ومحبت سے خالی اذہان وقلوب کے لئے ایک کیمیائے سعادت بھی ہے۔

پس رحمت ونور کی موسلا دھار بارش ہوا ے امام اہل سنت تیری مرقد انور پر، تمہارے عشق کے فیضان نے ہم گنہ گاروں کو عظمت رسول کا احترام بخشا۔ تیری زندگی کا ہر ورق ایک آئینۂ محبت ہے جس میں آفتاب نیم روز کی بات تو الگ رہی رات کو بھی جلوؤں کا سویرا نظر آتا ہے۔

ابر باراں تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر

دستار فضیلت :۔ بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ مجھے جس نعمت بے بہا کا بڑی شدت سے انتظار تھا، میرے والدین کریمین کی دعاؤں کے صدقے وہ ساعت سعید آ ہی گئی یعنی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سالانہ عرس حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے موقع پر مورخہ یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں علمائے کرام ومشائخ عظام کے مبارک ہاتھوں سے ہمارے سر پر دستار فضیلت کا زریں تاج رکھا گیا۔ ایسے کیف ونشاط کے ڈوبے ہوئے علمی ماحول میں ہمارے بڑے بھائی محترم انسان علی صاحب جنھوں نے مجھے پڑھایا لکھایا اور زمانۂ طالب علمی کے سارے اخراجات کو برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو درازی عمر بالخیر عطا فرمائے، معہ عزیزو

اقارب تشریف لاکر ہماری خوشیوں میں اضافہ فرمایا۔

ہمارے ساتھ فارغ ہونے والے کچھ مشاہیر ساتھیوں کے نام اس طرح ہیں:

(۱) حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب مصباحی ناظم اعلیٰ دارالعلوم مخدومیہ ممبئی

(۲) حضرت مولانا حافظ وقاری فتح احمد بستوی صاحب

(۳) حضرت مولانا مسیح احمد صاحب

(۴) حضرت مولانا ممتاز احمد پرنسپل شمس العلوم گھوسی

(۵) حضرت مولانا علیم الدین ساؤتھ افریقہ

(۶) حضرت مولانا عبدالسلام بہاری

(۷) حضرت مولانا علاء الدین مہداول سنت کبیر نگر

(۸) حضرت مولانا بدرالدجیٰ صاحب خیرآباد

(۹) حضرت مولانا مفتی معراج احمد استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

امتحان الٰہ آباد بورڈ کی تفصیل:

(۱) منشی ۱۵؍جولائی ۱۹۸۱ء (۲) مولوی ۱۶؍جولائی ۱۹۸۲ء

(۳) عالم ۴؍اگست ۱۹۸۳ء (۴) کامل ۹؍جولائی ۱۹۸۴ء

(۵) فاضل طب ۱۵؍اکتوبر ۱۹۸۵ء (۶) فاضل دینیات ۲۲؍جولائی ۲۰۱۱ء

(۷) ادیب کامل علیگ ۱۹۹۶ء میں پاس کیا۔

تدریسی خدمات :۔فراغت کے سال ہی دارالعلوم اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ **سکٹھی** مبارک پور سے جگہ آئی۔ حضرت مولانا ابوالخیر صاحب صدر المدرسین نے علامہ صاحب سے کہا کہ ہمیں ایک ایسا مدرس دیجئے جو پہلی فارسی سے لے کر منتہی کتابوں تک بحسن وخوبی پڑھا سکے۔ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی۔ انھوں نے مجھے حکم دیا کہ مولانا ثابت

علی تم **سکٹھی** میں پڑھانے کے لئے چلے جاؤ۔ چنانچہ استاذ گرامی کے حکم پر میں **سکٹھی** میں پڑھانے چلا آیا۔ کم وبیش دو سال پڑھانے کے بعد ہمارے ہی گاؤں کے رہنے والے الحاج ماسٹر جوہر علی صاحب کا خط آیا کہ میں تو دارالعلوم اہل سنت حق الاسلام لال گنج میں ہی پڑھا رہا ہوں، آپ کے لئے نائب عالیہ کی جگہ خالی ہے۔ لہٰذا آپ یہاں چلے آیئے کیوں کہ آپ کے گھر سے قریب بھی ہے۔ لہٰذا میں **سکٹھی** سے مستعفی ہوکر لال گنج چلا آیا لیکن زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ وہاں سے بھی مستعفی ہوکر مختلف درسگاہوں مثلاً دارالعلوم کلیمیہ لہرسن، سسوا پکری، نند نگر چوری، دارالعلوم معین الاسلام ڈھونڈھیا، الجامعۃ القراء لکھنؤ، دارالعلوم فیض حسینیہ حمیدیہ پرسا بنی مہراج گنج اور آخر میں دارالعلوم حنفیہ رضویہ قلابہ بازار ممبئی میں دس سال تک خدمت دین متین کرنے کی سعادت حاصل کی۔

بیرونی ممالک کا سفر :۔دارالعلوم حنفیہ رضویہ قلابہ کے ناظم اعلیٰ الحاج حافظ وقاری عبدالقادر صاحب کے حکم پر میں مسقط چلا گیا۔ وہاں پر میں نے سات سال تک امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ اس درمیان میں دوبئ، بحرین، سعودی عرب، پاکستان اور صلالہ کا سفر کیا۔

مسقط میں ایک جگہ سمائل شریف ہے، وہاں پر ایک بہت بڑے پہاڑ کے دامن میں صحابیٔ رسول حضرت مازن بن غزوبہ رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس ہے جہاں پر متعدد بار حاضری کی سعادت ہوئی۔ اور مسقط سے تقریباً ایک ہزار کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مقام صلالہ ہے جہاں پر ہمیشہ رم جھم بارش ہوا کرتی ہے موسم بڑا خوشگوار رہا کرتا ہے۔

دعوت اسلامی کے مبلغ جناب اعجاز احمد پاکستانی ودیگر احباب کے ساتھ صلالہ جانا ہوا۔ وہاں پر اللہ کے مقدس نبی حضرت ایوب علیہ السلام جن کا صبر مشہور ہے،

ان کے مزار پاک پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔آپ کے قدم مبارک کے نشان جو ایک پتھر پر نقش ہیں دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ زمانۂ قدیم کے لوگ کس قدر توانا و تندرست اور دراز قد ہوا کرتے تھے۔ اور اس حوض سے وضو کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جس حوض میں حضرت ایوب علیہ السلام نے غسل فرمایا تھا تو اللہ نے آپ کو شفاء کاملہ و عاجلہ سے نوازا تھا۔اس کے علاوہ ایک اور جلیل القدر پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کے مزار پاک پر حاضری و دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت ہوئی۔**فالحمد لله علی ذٰلک۔**

حج بیت اللہ کی سعادت:۔میں اپنی مفلسی،غریبی اور کم مائیگی کی بناء پر سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوگی۔لیکن کسی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا ہے کہ:

جب بلایا آقا نے   خود ہی انتظام ہو گئے

ایک دوسرے عاشق مدینہ نے یوں کہا ہے کہ:

کہاں کا منصب کہاں کی دولت قسم خدا کی یہ ہے حقیقت
جنھیں بلایا ہے مصطفٰےﷺ نے وہی مدینے کو جا رہے ہیں

۲۰۰۳ء میں مَیں اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حج بیت اللہ کو گیا۔مکہ معظّمہ پہونچ کر خانۂ کعبہ کا طواف کیا، مقام ابراہیم پر نمازیں ادا کیں، ملتزم سے لپٹ کر دعائیں مانگیں،آب زم زم سے اپنی پیاس کو بجھایا،صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، منیٰ،عرفات،مزدلفہ کے ارکان ادا کئے اور مکہ شریف کی مشہور زیارت گاہیں جیسے جبل ثور،جبل نور، جنت المعلیٰ ،مسجد جن وغیرہم کی زیارت کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔

مدینے کی حاضری:۔اب مدینۂ منورہ کا مقدس سفر شروع ہوا، جوں ہی

عاشقوں کی بستی دیار مدینہ نظر آیا، بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ وہ مدینہ منورہ جس کے متعلق ہر مرد مومن کی یہی آرزو ہوا کرتی ہے کہ:

دکھا دے یاالٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات و دن مولیٰ تری رحمت برستی ہے

وہ مدینہ جس کے متعلق شاعر کہتا ہے کہ:

سنبھل کر پاؤں رکھنا حاجیو شہر مدینہ ہے
کہیں ایسا نہ ہو سارا عمل بےکار ہو جائے

مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد ادب و شوق میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے ہوئے، آنکھیں نیچی کئے، سرکار کے فضل و کرم کی امید رکھتے ہوئے سنہری جالیوں کے سامنے مواجہہ شریف میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہوئی بلکہ آنسوؤں نے ساری کہانی خود ہی سنا دی۔

بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کرنے کے بعد جنت البقیع شریف جس میں کم و بیش دس ہزار صحابۂ کرام آرام فرما رہے ہیں، فاتحہ خوانی کی۔

مدینہ منورہ کی زیارتیں:۔اس کے بعد جبل احد شریف جو مدینہ شریف سے جانب شمال واقع ایک نہایت ہی مقدس پہاڑ ہے۔سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اسی پہاڑ کے دامن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار مبارک ہے جو غزوۂ احد ۳ھ میں شہید ہوئے تھے، ان کی بارگاہ میں سلام محبت پیش کیا۔اور پھر مسجد قبا، مساجد خمسہ، مسجد غمامہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغ، غار سجدہ، میدان خندق، میدان خاک شفاء وغیرہم کی زیارت نصیب ہوئی۔

وطـــن واپســی :۔اور جب مدینے شریف سے جدائی کا وقت ہوا تو روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور یہ دعا کر کے وطن عزیز کو لوٹ آیا کہ یارسول اللہ ﷺ:

مدینے آؤں پھر جاؤں مدینے پھر آؤں
اسی امید میں عمریں تمام ہو جائیں

فی الحال میں اپنے ہی گاؤں میں دارالعلوم اہل سنت اشرف البرکات جسے محترم المقام حضرت حافظ وقاری الحاج مولانا نورالہدیٰ صاحب نے قائم فرمایا ہے،اسی میں خدمت دین کا کام انجام دے رہا ہوں۔

مولائے کریم میرے اس پڑھنے پڑھانے کو اپنی بارگاہ ناز میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔آمین۔ ہمارے ہی گاؤں کے رہنے والے عالم نبیل، فاضل جلیل حضرت علامہ ومولانا ارشاد احمد مصباحی استاذ دارالعلوم مخدومیہ ممبئ کے پیہم اصرار سے مجبور ہو کر یہ چند سطور اپنے تعلق سے قارئین کرام کے حوالے کیا ہوں۔

مصنف کتاب

مصنف کتاب حضرت علامہ ومولانا ثابت علی صاحب قبلہ برہانی مصباحی کئی خوبیوں کے مالک ہیں۔آپ ایک زبردست عالم دین، بہترین مدرس، نکات آفریں محرر، صاحب اسلوب وبیان، شاندار خطیب، نازش فکروفن، بڑے خلیق، متین اور ملنسار، انتہائی سنجیدہ، کم گو، صاحب بصیرت، پرہیزگار اور عالمانہ شان کے حامل فرد ہیں۔حضور سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت طیبہ پر یہ کتاب بڑی لاجواب اور مصنف کی زندگی کا شاندار شاہکار ہے۔

از:۔محمد ارشاد احمد مصباحی دارالعلوم مخدومیہ جوگیشوری ممبئ

تقریظ جلیل

از ماہر علوم وفنون، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ ومولانا مفتی شعبان علی صاحب قبلہ نعیمی حبابی رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا ثابت علی صاحب برہانی مصباحی مدرس دارالعلوم حنفیہ رضویہ قلابہ، ممبئ کی کتاب ''سوانح مسعود غازی'' کے بیشتر حصص کو بغور دیکھا اور پڑھا۔ بفضلہ تعالیٰ کتاب نہایت ہی جامع اور مفید خاص وعام ہے۔کتاب میں مندرج واقعات کو دلائل وشواہد سے مبرہن پایا۔کتاب کے ہر ہر جملے سے محبت واخلاص کے چشمے پھوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ مولانا موصوف کا سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت کا ثمرہ ہے کہ خدائے قدیر نے انہیں اتنے بڑے کام کی توفیق بخشی۔ورنہ:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ایسے موقع پر ایک سچے عاشق کا یہ شعر نہایت موزوں اور مناسب ہوگا جس کا ہر ہر لفظ کیا بلکہ ہر ہر نقطہ عشق کی ترجمانی کر رہا ہے:

ہست دریائے محبت بے کنار
لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار

ترجمہ: محبت کا دریائے ناپیدا کنار ہے۔اس کا ایک بار کا پیاسا لازماً ہزار بار

پیاسا ہوتا ہے۔

یوں تو سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی سطوت وشوکت کا سکہ پورے ہندوستان میں چل رہا ہے مگر بہرائچ، گونڈہ، بلرامپور، بستی، سنت کبیر نگر، سدھارتھ نگر، فیض آباد، بارہ بنکی، یہ وہ مخصوص اضلاع ہیں جہاں کے لوگ سرکار غازی کو اپنا راجا اور اپنے کو ان کا پرجا، سالار اسلام کو اپنا بادشاہ اور اپنے کو ان کی رعایا سمجھتے ہی نہیں ہیں بلکہ اس پر فخر وانبساط محسوس کرتے ہیں۔ یہی جذبۂ غلامی ہے جس نے مولانا موصوف کو اس امر عظیم کے لئے آمادہ کیا اور انھوں نے نہایت ہی عرق ریزی اور دقت نظری کے ساتھ غازی دین وملت، جلالۃ الزہد والمجاہدہ، مرجع شہدائے ہند کا ایک نہایت معتبر ومستند سوانحی خاکہ دنیا والوں کے سامنے پیش کر دیا اور اپنے آپ کو سرکار غازی کے حیات آفریں مصنفین کی صف میں کھڑا کر دیا۔

فیضان غازی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : ''مَنْ سَعَدَ سَعَدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ'' جو نیک ہوا وہ شکم مادر سے ہی نیک ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ صرف بطل میدان دغیٰ اور ضیغم صحرائے ملت ہی نہیں بلکہ پیدائشی ولی کامل اور واصل بحق تھے۔ آپ کے فیوض وبرکات بلا تفریق مذہب وملت ہر چاہنے والے کے لئے عام وتام ہیں۔ اس سلسلے میں صاحب مرأۃ الاسرار عبدالرحمٰن چشتی نے تاریخ مرأۃ سکندری سے ایک عجیب وغریب بات اپنی کتاب میں نقل فرمائی ہے:

''حضرت سیدی شاہ عالم صاحب جن کا مزار مقدس احمد آباد میں مرجع خلائق ہے، فرماتے ہیں کہ جب کثیر لوگ اپنی حاجات قطب الاولیاء خواجۂ خواجگاں حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تو حضرت خواجۂ دین وملت خواجہ غریب نواز ان کو غازیٔ دین وملت حضور سیدی سالار

مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی روحانیت کے حوالے کر دیتے ہیں''۔

اس کے بعد خود اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب وسط سلوک میں میں اپنے بعض ظاہری وباطنی امور کی خاطر متوجہ ہوتا تھا تو آپ سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی روحانیت کی طرف اشارہ فرما دیتے تھے۔ پس ان کی توجہ سے اس نیاز مند کے تمام کام سرانجام ہو جاتے تھے۔ (مرأۃ الاسرار ص ۴۴۰)

کتاب مرأۃ الاسرار میں سرکار غازی کے تذکرے کا آخری حصہ صاحب کتاب کے سلوک کا تتمہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ میں عشق مجازی میں گلے تک ڈوب گیا تھا اور کسی طرح سکون نصیب نہیں ہوتا تھا، ہر وقت مغموم ومحزون رہا کرتا تھا، ہر وقت کسی ایسے مسیحائے نفس کی تلاش میں سرگرداں رہتا تھا جو میرے درد کا صحیح مداوا بن سکے۔ خدا کا کرم کچھ ایسا ہوا کہ اپنے سلسلہ کے بزرگوں کی طرف سے بھی اشارے ملے اور سرکار غازی سے بے پایاں محبت نے سہارا دیا اور یہ حقیر بہرائچ شریف سرکار غازی کے آستانے پر معتکف ہو کر سرکار غازی کی روح پاک سے استعانت طلب کی اور عشق مجازی سے عشق حقیقی کی طرف یوماً فیوماً (دن بدن) قدم آگے بڑھنے لگے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد قلب کو سکون نصیب ہوا اور جن منزلوں کی تلاش تھی وہ نیاز مند کو باحسن وجوہ خاور ولایت کے درخشندہ آفتاب سرکار غازی کے فیضان کرم سے منزلیں خود بخود قریب سے قریب تر ہوتی چلی گئیں۔

حضور سیدی سرکار غازی رضی اللہ عنہ آفتاب ولایت اور ماہتاب ہدایت ہیں۔ قرون ثلاثہ کے بعد سے آج تک شاید ہی کوئی ایسا اسلام کا بے لوث مجاہد گذرا ہو جس نے صرف اٹھارہ سال گیارہ مہینے چوبیس دن کی مختصر سی عمر میں غزنی سے لے کر ہندوستان تک رشد وہدایت کی شمع فروزاں کرتے ہوئے اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہوتا ہوا بڑے بڑے راجاؤں سے ٹکراتا ہوا پرچم

اسلام کو سر بلند اور فتح و نصرت کا پھریرا اڑاتا ہوا جام شہادت نوش کر کے اسلام اور اہل اسلام کی آبرو بچائی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل بصیرت اس بات پر متفق ہیں کہ سرکار غزنی و بہرائچ حضور سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کے بعد ملک ہندوستان میں جو کوئی مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوتا ہے وہ آپ کی اور صرف آپ کی متابعت پر مامور ہوتا ہے۔ (مرأۃ الاسرار صفحہ ۴۴۰)

صاحب مرأۃ الاسرار شیخ عبدالرحمٰن چشتی فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا، عالم معاملہ میں میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے گیا ہوا ہوں۔ زیارت کے جملہ مراسم خیر ادا کرنے کے بعد یک بیک نظر خانۂ کعبہ کی طرف اٹھی، دیکھتا ہوں کہ وسط کعبہ مکرمہ میں ایک قبر ہے جسے انوار الٰہی گھیرے ہوئے ہیں۔ خانہ کعبہ سے باہر مطاف میں ایک سفید پوش نورانی شکل وصورت کے عرب صاحب تشریف فرما ہیں۔ انتہائی ادب و احترام کے ساتھ ان کے قریب گیا اور دریافت کیا کہ یہ وسط کعبہ میں کس کی قبر ہے؟ ارشاد فرمایا: ''یہ ترک اللہ'' کی قبر ہے۔ میں ابھی حیرت و استعجاب میں ڈوبا ہوا ہی تھا کہ ناگہاں اس قبر انور سے خدائے برتر و بالا کا پیارا حبیب، خدا کا دلارا، شیر خدا کا ستارا، ہندوستان کا راجا، بہرائچ کا دولہا، سیدی وسندی کنزی وذخری حضور سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ باہر نکلے۔ حدود مطاف سے چل کر بیرون حدود تشریف لائے۔ حضّار سے دو عدد گھوڑے منگوائے، ایک پر خود بنفس نفیس تشریف فرما ہوئے اور دوسرے پر مجھ کمتر و ناچیز کو بٹھایا۔ گھوڑے چل پڑے حتیٰ کہ فقیر کے غریب خانہ تک پہونچ کر مجھے اپنے گھر جانے کے لئے حکم فرمایا اور خود بہرائچ شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ شاہاں چہ عجب گر نوازند گدارا۔

مشاہدہ:۔ راقم الحروف گدائے غازی کے زمانۂ طالب علمی کی ایک مرفوع

روایت ہے کہ سرکار غازی دین وملت رضی اللہ عنہ کے میلے کا وقت تھا۔ رات کا اندھیرا نہیں بلکہ دن کا اجالا تھا۔ قل کا وقت بالکل قریب تھا۔ آستانۂ پاک کا احاطہ اور بیرون احاطہ زائرین، حاضرین اور عاشقین سے بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف سے میرا غازی زندہ آباد، سچے بادشاہ کا سچا دربار پائندہ آباد، یا غازی یا بادشاہ وغیرہ وغیرہ کے پر کیف نعروں سے پوری فضا خلد بداماں معلوم ہو رہی تھی۔ اچانک بہرائچ کا مطلع غبار آلود ہوا، برسنے والے بادلوں کے ٹکڑے ہر طرف جھومنے لگے، تیز و تند ہوائیں گردش میں آئیں، گرج اور چمک کے ساتھ بوندا بادی شروع ہوگئی مگر مجمع

وصال پر ملال

یاد رہے کہ استاذ الاساتذہ، ماہر علوم وفنون، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی شعبان علی نعیمی حبابی علیہ الرحمہ کا وصال ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ مطابق ۸/ مارچ ۲۰۱۵ء بروز اتوار بوقت دوپہر ایک بجکر ۱۵/ منٹ پر شہر ممبئی کے ایک مردم خیز علاقے مالونی ملاڈ میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ رب العزت حضور مفتی صاحب قبلہ کو غریق رحمت فرمائے اور ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

کسی طرح بھی ہٹنے اور منتشر ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ بلکہ مخمور مئے ناب کی طرح بھیڑ کا ریلا آستانے کی طرف بڑھتا ہوا نظر آرہا تھا کہ ناگاہ آسمان پر ایک آتشیں چمک لہرائی، کڑکڑاتی ہوئی آواز کان کے پردوں سے ٹکرائی اور ایک مستطیل برق شعلہ بار آسمان سے اتری۔ کمزور دل والوں کا حال تو خدا بہتر جانے لیکن سچے عاشقوں کے دل نہ گھبرائے، نہ ہراساں ہوئے اور نہ ہی کوئی جان بچا کر بھاگا۔ جیسے غازی بادشاہ کے تصرف کے اشاروں نے اپنے زائرین کے دلوں کو اسی سرعت کے ساتھ مطمئن کر دیا کہ جتنی سرعت سے آسمان سے بجلی چلی تھی۔ قربان ائے غازی تیری قوت تصرف پر۔ بجلی لہراتی ہوئی اور آپ کے آستانۂ کرم کے چاروں طرف سات چکر لگا کر نگاہوں سے غائب ہوگئی۔ بفضل اللہ الکریم نہ کسی کو جلایا نہ کسی کو تکلیف پہونچی اور نہ کسی کو آنچ آئی۔ فضا نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت اور غازی بادشاہ زندہ آباد سے گونج اٹھی۔

آخر میں محبّ گرامی حضرت مولانا ثابت علی صاحب برہانی مصباحی کو صمیم قلب سے ان کی اس کاوش اور مبارک تالیف پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولائے کریم مولانا موصوف سے اسی قسم کے مجاہدانہ کام تا حیات لیتا رہے۔ **آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم**

گدائے غازی

شعبان علی نعیمی حبابی تلسی پوری

خطیب وامام جامع مسجد سانتا کروز

وسربراہ اعلیٰ دار العلوم حبیب الرضا باندرہ، ممبئی

عرض مؤلف

یوں تو تمام اولیائے کرام کی عظمتیں میرے سر اور آنکھوں پر۔ لیکن مجھے جو عقیدت ومحبت تاجدار اقلیم روحانیت، حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ سے ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اس لئے کہ یہ وہ آستانہ ہے کہ جن کے وسیلے سے دعا مانگو تو رحمت الٰہی جھوم جھوم کر برسنے لگتی ہے۔ یہ وہ آستانہ ہے کہ جہاں سے کوڑھیوں کو شفا، اندھوں کو آنکھیں اور بانجھ عورتوں کو اولاد ملا کرتی ہے۔

زیر مطالعہ کتاب انھیں کے فیوض وبرکات کا نتیجہ ہے۔ ورنہ مجھے اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کا بھرپور احساس ہے۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کے تحت اگر اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو برائے کرم اصلاح فرما کر اپنے مفید مشوروں سے نوازیں۔

عبدالمذنب

(مولانا) ثابت علی برہانی مصباحی

موضع کرّی پوسٹ سکری ضلع سنت کبیر یوپی

صدر المدرسین مدرسہ اشرف البرکات

موضع کری پوسٹ سکری ضلع سنت کبیر نگر یوپی

تاجدار بہرائچ کی بارگاہ میں منظوم خراجِ عقیدت

مولانا سید عارف نانپاروی

زمین ہند پر تیرا بڑا احسان ہے غازی
یہاں کے ذرہ ذرہ میں تیرا فیضان ہے غازی

مٹائی ظلمت باطل اجالا حق کا پھیلایا
تیری ہر ہر ادا میں شوکت قرآن ہے غازی

فروغ دین کی خاطر جوانی تم نے قرباں کی
ترا ذوق شہادت کس قدر ذیشان ہے غازی

نمازیں ہوں اذانیں ہوں مساجد ہوں مدارس ہوں
یہاں جو کچھ بھی ہے تیرا ہی تو فیضان ہے غازی

حیات چند روزہ کو لٹا کر راہ مولیٰ میں
تو باغ سرمدی کا دیدہ و ریحان ہے غازی

جناب خضر کو دیکھا تیری گلیوں میں ہے اکثر
نہ جانے کس بلندی پر تیرا ایوان ہے غازی

فقیر آئے غنی جائے مریض آئے شفا پائے
تیرے دربار عالی کی یہی تو شان ہے غازی

تیرا روئے منور ہے حریم قدس کا جلوہ
تیرے کردار پر عقل بشر حیران ہے غازی

دکھا دو چاند سا چہرا مجھے بھی خواب میں آقا
دل عارف کا مدت سے یہی ارمان ہے غازی

منقبت درشانِ سید سالار مسعودِ غازی رضی اللہ عنہ

مولانا سید عارف نانپاروی

خدا نے رتبۂ اعلیٰ شہادت کا دیا ان کو
پسند آئی جو خدمت سید مسعود غازی کی

برس انیس ۱۹ ابھی پورے نہ گذرے دار فانی میں
ہوئی دنیا سے رحلت سید مسعود غازی کی

گلستان علی مرتضیٰ کے وہ گلِ تر ہیں
وہ عالم نکہت سید مسعود غازی کی

خدا منظور فرما نقد جاں میں لے کر آیا ہوں
دعا تھی وقت رحلت سید مسعود غازی کی

لرز جاتے تھے سارے دشمن دیں نام ہی سن کر
عجب طاری تھی ہیبت سید مسعود غازی کی

پلایا آپ نے ایک گھاٹ پانی شیر و بکری کو
یہ تھی شان عدالت سید مسعود غازی کی

خدا سے ہر گھڑی ڈرنا خلاف شرع مت ہونا
یہ تھی ہر دم نصیحت سید مسعود غازی کی

اک یا دو خوش ارادت کو دیا فرزند خالق نے
یہ تھی پہلی کرامت سید مسعود غازی کی

صحیحا سر سے پا تک مظہر صنع الٰہی تھے
عجب تھی شکل و صورت سید مسعود غازی کی

حالات زندگی حضرت سید سالار مسعودِ غازی رضی اللہ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَبۡدَعَ الۡاَفۡلَاکَ وَالۡاَرۡضِیۡنِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ کَانَ نَبِیّاً وَّآدَمُ بَیۡنَ الۡمَاءِ وَالطِّیۡنِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

حضرت سیدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ ہندوستان کے ان اولیائے کرام میں سے ہیں جن کے حالات زندگی کے مطالعے کے بعد عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے پیدائشی ولی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خاص حیدری شان کے مالک تھے اور آپ کی ذات گرامی سے ایسی ایسی محیر العقول کرامتیں ظہور میں آئی ہیں جو انسانی تصور اور عقل سے بالاتر ہیں۔ آپ نے اپنے روحانی فیوض و برکات سے اس وقت ہندوستان کو سرفراز فرمایا جب کہ اس برِّ اعظم میں ہر طرف کفر و شرک کی گھنگھور گھٹائیں چھائی تھیں اور ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں پر ایک مایوسی اور ناامیدی کی سی کیفیتیں طاری تھیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب مشرکین مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے میں پوری طرح مصروف تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں کی اس نازک وقت میں دستگیری فرمائی جب کہ ہندوستان کے مسلمان ہر طرف سے بے سہارا ہو چکے تھے اور اسلام کی اشاعت میں سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے۔ چنانچہ آپ کے فیوض اور روحانی برکات کا ہی نتیجہ ہے کہ باوجود ہندوستان میں مسلمانوں پر ہر طرف سے حملے

شروع ہو چکے تھے لیکن وہ اسلام پر قائم رہے اور ایسے نازک ترین حالات میں بھی اسلام کا مشن بدستور جاری رہا اور تبلیغ دین و اشاعت اسلام ان علاقوں میں خوب ہوئی جہاں لوگ بڑی حد تک اسلام اور اسلامی تعلیمات سے ناآشنا تھے۔

حضرت سید سالار مسعود غازی کی پیدائش

حضرت سید سالار مسعود غازی کی پیدائش ۲۱/رجب المرجب ۴۰۵ھ مطابق ۱۵/فروری ۱۰۱۵ء بروز اتوار بوقت صبح صادق اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری سے ۱۸۱/سال پہلے ہوئی۔ اس وقت ان کے والد حضرت سالار ساہو علیہ الرحمہ محمود غزنوی کی طرف سے اجمیر شریف کے گورنر تھے۔ وقت پیدائش ہی سے حسن یوسفی، نمک ابراہیمی، نور محمدی جبین انور سے عیاں تھا اور چہرۂ منور سے آفتاب ولایت تاباں تھا۔

جبیں سے دبدبۂ حیدری نمایاں تھا
تمام چہرۂ پرنور مہر تاباں تھا

حضرت سالار ساہو نے فرزند مسعود کے ولادت کی خوشی میں تین شبانہ روز جشن طرب منایا۔ تمام بازار اور شہر اجمیر کو رشک خلد بنا دیا۔ فقراء و محتاج کو زر و جواہر عنایت فرمایا اور افسران فوج کو بھی خلعت فاخرہ سے نوازا۔

شجرۂ نسب حضرت سرکار غازی میاں رضی اللہ عنہ

بارہویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ کتب تواریخ میں یوں مسطور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اٹھارہ فرزند تھے۔ بعضوں نے چودہ لکھے ہیں جن میں سے ایک نام محمد ابن حنفیہ ہے۔ حضرت محمد بن حنفیہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظاہری و باطنی علم

اورفن جہاد سے آراستہ فرمایا۔روایت میں آیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی خرقۂ خلافت عنایت فرمایا تھا۔ یہ سب فضائل محمد بن حنفیہ کے کتب معتبرہ میں موجود ہیں۔انہیں کے صلبی اولاد سے حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے: سالار مسعود ابن سالار ساہو ابن عطاء اللہ غازی ابن طاہر غازی ابن طیب غازی ابن محمد غازی ابن ملک آصف ابن بطّال غازی ابن عبدالمنان غازی ابن محمد بن حنفیہ ابن حضرت علی رضی اللہ عنہم۔حضرت غازی میاں رضی اللہ عنہ سلطان سبکتگین کے نواسے اور حضرت محمود غزنوی کے بھانجے ہیں۔آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی ستر معلیٰ سلطان سبکتگین کی شہزادی اور سلطان محمود غزنوی کی بہن ہیں۔

سلطان سبکتگین

تاریخ میں آیا ہے کہ ان کا تعلق زمانۂ قدیم سے شاہی خاندان سے تھا مگر گردش لیل ونہار نے اسے زرخرید غلام بنا دیا تھا۔فکر معاش سے دوچار، ناموافق حالات سے پریشان روزی کی تلاش میں گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف نکل جاتا اور ہرن وغیرہ کا شکار کر کے اپنے پیٹ کی آگ بجھاتا تھا۔اس کی ساری پونجی وہی وفادار گھوڑا تھا جس کے ذریعہ سے وہ اپنی روزی حاصل کرتا تھا۔

ایک دن حسب معمول گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی خاک چھان رہا تھا اور اپنے شکار کی تلاش میں سرگرداں تھا کہ اچانک ایک طرف نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ ایک ہرنی چر رہی ہے، ساتھ میں اس کا ننھا سا بچہ بھی ہے۔سبکتگین نے کمان سنبھالی اور ہرنی کی طرف گھوڑے کو دوڑا دیا۔ہرنی شاید پہلے سے تیار تھی اس لئے تیز رفتاری

کے باوجود گھوڑا اسے نہ پا سکا۔مگر اس کا ننھا اور خوبصورت بچہ ضرور ہاتھ آ گیا۔ سبکتگین نے بچے کو اٹھایا اور گھوڑے پر رکھا اور شہر کی جانب چل پڑا۔

ماں کی محبت بھی عجیب ہوتی ہے۔خالق کائنات نے ماؤں کے دلوں میں ان کی اولاد کی ایسی بے لوث محبت ودیعت فرمائی ہے کہ جس کی مثال اس دنیا میں نہیں ملتی۔جب ہرنی نے دیکھا کہ اس کی گود کا حسین بچہ شکاری کا قیدی بن کر جا رہا ہے تو وہ تڑپ اٹھی۔اس کا دل بے قرار ہو گیا، اس کی ممتا جاگ اٹھی اور اپنی جان سے بے نیاز ہو کر بچے کی محبت میں گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی ہے۔

کچھ دور چلنے کے بعد جب سبکتگین نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حیرت میں پڑ گیا۔ اس نے دیکھا کہ ہرنی سر جھکائے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی ہے اور اس کے چہرے پر غم واندوہ کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔وہ اپنے لخت جگر کی محبت میں ایسی سرشار ہو گئی کہ اسے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں ہے۔گویا اس کے چہرے کی اداسی زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ سبکتگین! جب تو نے میرے بچے کو گرفتار کر لیا ہے تو مجھے بھی اپنی گرفت میں لے لے کیوں کہ بچے کے بغیر میری زندگی ادھوری اور بے کار ہے۔محبت اور وارفتگی کا یہ منظر دیکھ کر سبکتگین کا دل رحم وکرم کے جذبات سے لبریز ہو گیا اور اس نے بچے کو آزاد کر دیا۔ہرنی بچے کو پا کر خوشی سے جھوم اٹھی اور دیوانگی کے انداز میں بچے کو چومنے چاٹنے لگی اور آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر دعائیں دیتی ہوئی جنگل کی طرف چلی گئی۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

اس ہرنی کی دعاؤں میں ماں کی ممتا اور بے لوث محبت وخلوص شامل تھا کہ اِدھر ہرنی کے دل کے محبت آمیز جذبات دعا بن کر منھ سے نکلے اُدھر رب کی بارگاہ میں

قبولیت کا شرف حاصل کرتے ہوئے سبکتگین کی قسمت میں چار چاند لگا دیا۔ سبکتگین جب رات کو سویا تو اس کی قسمت بیدار ہوگئی، اس کا نصیبہ جاگ اٹھا۔ اس کے غریب خانہ کے در و دیوار مہک اٹھے۔ رحمتوں کا سویرا ہوا۔ گلِ قدس کی خوشبو نے پوری فضا کو معطر کر دیا۔ غم کی تاریکی دور ہوئی۔ سبکتگین کی خوش بختیوں کی روشن و تابناک صبح نمودار ہوئی۔ یعنی خواب میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

ساری کائنات کے لئے رحمت بن کر آنے والے آقا کی زبان فیض ترجمان سے یہ مقدس کلمات جاری ہوئے کہ اے سبکتگین! چونکہ تم نے ایک بے زبان جانور پر رحم کیا ہے اس پر ہم بہت خوش ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض تمہیں بادشاہی عطا فرمائے گا۔ مگر یاد رکھنا جس طرح تو نے اس جانور پر ترس کھایا ہے اسی طرح بادشاہ ہونے کے بعد اپنی رعایا پر بھی رحم کرتے رہنا اور ظلم وستم سے ہمیشہ پرہیز کرنا۔

سبکتگین کا یہ مبارک خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ اس نے ترقیوں کی منزلیں طئے کرنا شروع کر دیا۔ پہلے فوجی سپاہی بنا پھر ترقی کر کے فوج کا سپہ سالار بن گیا۔ اس نے جنگوں میں بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ بادشاہ الپتگین نے خوش ہو کر اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی اور پھر جب بادشاہ الپتگین کے شہزادے ابو اسحاق کا انتقال ہو گیا تو حکومت غزنویہ کے ذمہ داروں نے ۳۶۶ھ مطابق ۹۷۷ء میں سبکتگین کو غزنی کے تخت پر بٹھا کر اپنا بادشاہ قرار دیا۔ سبکتگین کا شاہی نام سلطان ناصر الدین رکھا گیا۔ حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے شہزادے ہیں۔

سلطان کے گھر ایک سعادت مند بیٹی پیدا ہوئی جن کا نام مبارک ستر معلی رکھا

گیا۔ انہیں کے مبارک شکم سے حضرت سیدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت سالار ساہو کو حضرت خضر علیہ السلام کی بشارت

حضرت سالار مسعود غازی کے والد محترم سید سالار ساہو بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے۔ جنھیں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اسی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں بشارت دی کہ پروردگار عالم عز و جل آپ کو دو نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمائے گا۔ پہلی یہ ہے کہ آپ کو ایک ایسا فرزند عطا فرمائے گا کہ جس سے قیامت تک آپ کا نام روشن رہے گا۔ اور دوسری یہ ہے کہ ہندوستان کی فتح اور وہاں کا کفر و شرک آپ کے نور نظر سے دور ہو جائے گا۔

اس کے بعد حضرت خضر نے فرمایا کہ دو رکعت نماز نفل اس طرح ادا کیجئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ بار ''اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ'' آخر تک پڑھ کر رکوع سے فارغ ہو کر جب سجدے میں جائیں تو ''سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ'' پڑھئے۔ پھر تین بار درود شریف پڑھ کر خدائے پاک سے اپنی مراد مانگیں۔ ان شاء اللہ دعا قبول ہوگی اور تمنائے دل پوری ہوگی۔

حکم کی تعمیل کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے انھیں ایک سیب عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب آپ کی اہلیہ محترمہ تشریف لائیں تو آدھا آدھا آپ اور وہ تناول فرمائیں۔ سالار ساہو حضرت خضر کا حکم بجا لائے اور پھل پا کر خوشی میں جھومتے ہوئے خیمے میں تشریف لائے۔ آٹھ شوال ۴۰۴ھ کو سالار ساہو کی اہلیہ محترمہ اجمیر شریف تشریف لائیں تو حضرت سالار ساہو اور آپ کی اہلیہ نے وہی پھل جو حضرت خضر نے دیا تھا آدھا آدھا دونوں نے تناول فرمایا۔ خدا کی شان کہ

نویں رات کو نور مسعود باپ کی صلب سے منتقل ہو کر ماں کے رحم میں آ گیا۔ اور اکیس رجب ۴۰۵ھ کو پیدا ہوئے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اس خوشی میں تین شبانہ روز تک خوب جشن مسرت منائے گئے اور غرباء و مساکین کو خیرات و صدقات دیئے گئے اور اہل لشکر کو انعام و اکرام سے نوازا گیا۔

رسم بسم اللہ خوانی

جب حضرت سالار مسعود غازی چار سال چار مہینہ چار دن کے ہوئے تو آپ کے والدِ محترم اپنے فرزند ارجمند کو حضرت مولانا سید ابراہیم صاحب کے پاس لائے۔ استاذ محترم نے رسم بسم اللہ خوانی ادا کیا جس کے شکرانے میں حضرت سالار ساہو نے چار گھوڑے، زرو جواہرات مولانا سید ابراہیم کو عنایت فرمایا اور اسی دن غریبوں، یتیموں، محتاجوں، بیواؤں اور ناداروں کا کاسۂ گدائی زرو جواہرات سے بھر دیا۔ ہر غریب کو گویا امیر کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کو علم لدنی عطا فرمایا تھا۔ اور شفیق استاذ علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ اس لئے انتہائی محنت و جانفشانی سے آپ کو علوم ظاہری و باطنی سے خوب آراستہ فرمایا۔ اور صرف نو سال کی عمر میں حضرت مسعود غازی زیور علم سے مزین ہو گئے۔ عالم دین بن گئے۔ اسی کمسنی میں تیر اندازی، شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں یکتائے روزگار ہو گئے۔ اس لئے کہ آپ کو بچپن ہی سے تبلیغ دین اور اعلائے کلمۃ الحق کا شوق تھا۔ جس کے لئے ان اوصاف کا پایا جانا ضروری تھا۔

حضرت سید سالار مسعود غازی کا زہد و تقویٰ

یوں تو بچپن ہی سے خدا کی عبادت کا شوق تھا لیکن جب دس برس کی عمر شریف ہوئی تو باضابطہ شب بیداری کرنا اور بکثرت سنن و نوافل ادا کرنا آپ کا معمول بن گیا تھا۔ جب صبح میں تلاوت قرآن مجید اور نماز چاشت سے فرصت پاتے تو دیوان عام میں تشریف لاکر درویشان با کمال سے گفتگو فرماتے تھے۔ کچھ ان کو سکھاتے اور کچھ ان سے سیکھتے تھے۔ وعظ و نصیحت اور راہِ سلوک بتا کر سب کو اپنے ساتھ لاکر تب کھانا تناول فرماتے تھے۔ قیلولہ کرنے کے بعد نماز ظہر کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے تھے۔ صاف و شفاف کپڑے پہنتے اور عطر و خوشبو بھی استعمال فرماتے تھے۔ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ پان کا بے حد ذوق تھا۔ کثرت سے پان کھاتے تھے۔ جمال محمدی، دبدبۂ حیدری چہرۂ انور سے ظاہر تھا۔ افسوس کہ کچھ سیاہ دل منکرین کو آپ کی ولایت سے انکار تھا۔

حضرت سرکار غازی رضی اللہ عنہ کی شجاعت

اولوالعزمی، بلند ہمتی اور بہادری کی صفت خاص آپ کو اپنے جد امجد حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ورثہ میں ملی تھی۔

ایک بار حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ شکار کرنے تشریف لے گئے تھے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد جب خیمہ پر واپس آ رہے تھے تو راستے میں دیکھا کہ ایک شیر درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ آپ آگے تشریف لے جائیں میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ آپ اتنا کہنے کے بعد گھوڑے کو بڑھا کر شیر کی طرف چلے۔ قریب پہونچ

کر جب شیر سے آنکھیں چار ہوئیں تو اس نے گرج کر چھلانگ لگادی اور قریب تھا کہ آپ کو زخمی کر دیتا۔ اتنے میں شیر خدا کے شیر نے پینترا بدل کر تلوار کا ایسا بھرپور وار کیا کہ شیر دو ٹکڑے ہو کر تڑپنے لگا۔ لوگوں نے دیکھ کر خوشی و مسرت کا اظہار کیا حتیٰ کہ آپ کے والد ماجد بھی آواز سن کر لوٹ پڑے اور اس واقعے کو دیکھ کر مسرور ہوئے اور خیمے میں پہونچ کر خیرات تقسیم فرمائی۔

حضرت محمود غزنوی علیہ الرحمہ کا بھانجے کا دیدار

والی قنوج راجہ اجے پال کی سرکوبی کے لئے حضرت سلطان محمود غزنوی نے جب ہندوستان کا رخ کیا تو پہلی بار اجمیر شریف میں پیارے بھانجے حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ کشادہ پیشانی جسے انوار ولایت کا مطلع کہیے، دیکھتے ہی حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کی عرفان شناس نگاہوں نے پہلے ہی سمجھ لیا کہ یہ بلند اقبال فرزند یقیناً بحر معرفت کا غواص ہے۔ جس کے فیضان کرم سے گنگ و جمن کی بستیاں سیراب ہوں گی۔

جب تک اجمیر شریف میں قیام رہا بھانجے کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ بالآخر قنوج، متھرا، میرٹھ وغیرہ کے علاقے سر کرنے کے بعد جب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ غزنی لوٹنے لگے تو اپنے ساتھ بہن اور بھانجے کو بھی لیتے گئے۔ حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ آپ پر اس قدر شفقت فرماتے کہ خود ان کے لڑکے سلطان محمد حضرت سالار مسعود غازی پر رشک کرتے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی مقبولیت دن بدن سلطان کے بارگاہ میں بڑھتی گئی، جس سے بعض حاسدین جل بھن اٹھے۔ جس میں سب سے بڑا حاسد بادشاہ کا وزیر احمد بن حسن میمندی تھا۔

چند دن غزنی رہنے کے بعد حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ اجمیر شریف واپس چلے آئے اور سلطان محمود غزنوی نے حضرت سالار ساہو علیہ الرحمہ کو ہندوستان کے تمام مفتوحہ علاقوں کا نگراں بنا دیا، جس کا صدر مقام اجمیر شریف تھا۔

حضرت سالار ساہو علیہ الرحمہ نے دس سال تک نہایت ذمہ داری کے ساتھ کارِ منصبی (اپنے فرائض منصبی) کو انجام دیا۔ اچانک کاہیلر (جو کشمیر میں ہے) میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ اطلاع ملتے ہی سلطان نے سالار ساہو علیہ الرحمہ کو فرمان بھیجا کہ اجمیر شریف آدھی فوج انتظامی امور کے لئے چھوڑ دیں اور بقیہ آدھی فوج کو ساتھ لے کر کاہیلر روانہ ہو جائیں۔

حضرت سالار ساہو نے باتدبیر مشیروں اور صائب الرائے لوگوں کو اجمیر شریف میں حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے پاس چھوڑا اور کاہیلر پہونچ کر باغیوں کی سرکوبی کی۔ جب وہاں کے تمام سیاسی و ملکی معاملات حسبِ سابق ہو گئے اور ہر طرف امن و سکون کی فضا پیدا ہو گئی تو سلطان محمود مسرور ہوئے اور وہ علاقہ انہیں کے زیر نگیں کر کے حکم دیا کہ آپ کاہیلر ہی میں مستقل قیام کریں۔

اب چوں کہ انھیں یہیں قیام کرنا تھا اس لئے حضرت بی بی ستر معلیٰ اور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو کاہیلر بلانے کے لئے ایلچی روانہ کیا اور خط لکھا کہ نورِ نظر مسعود اپنی والدہ کے ساتھ کاہیلر آجاؤ اور وہاں امیروں میں سے کسی کو افسر مقرر کر دو۔ جب یہ قاصد اجمیر شریف پہونچ کر سید سالار مسعود غازی کو والد کا خط پیش کیا تو آپ خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور دوسرے ہی دن اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ایک لاکھ پانچ ہزار فوجیوں کے جھرمٹ میں کاہیلر کی جانب روانہ ہو گئے۔

حضرت سید سالار مسعود غازی کی پہلی فتح وکرامت

راہ میں منزل بہ منزل شکار کھیلتے ہوئے اور سفر کی مشقتیں برداشت کرتے ہوئے جب قصبہ راول میں پہونچے تو شیوکن نامی ایک شخص جو حسن میمندی کا سالا تھا اور وہاں کا زمیندار تھا، حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے آیا اور اصرار کیا کہ آج آپ ہمارے گھر مہمان رہیں۔ چوں کہ خواجہ احمد میمندی وزیر کی فتنہ پردازیوں کا اثر شیوکن کی پیشانی سے ظاہر ہو رہا تھا لہٰذا آپ نے اس کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور قصبہ کے باہر ہی پڑاؤ ڈال دیا۔

صبح کوچ کے وقت پھر شیوکن دو من مٹھائی زہر میں ملا کر لایا جسے آپ نے نور باطن سے بھانپ لیا اور سخت تاکید کی کہ خبردار! مٹھائی ہرگز کوئی زبان پر نہ رکھے۔ آپ نے اس مٹھائی کو باورچی خانہ میں بھیج دیا اور باورچی کو تنبیہ فرمائی کہ کوئی شخص قطعی نہ کھانے پائے۔ اور شیوکن کو انعام واکرام دے کر رخصت کر دیا۔ وہاں سے کوچ کرنے کے بعد جب دوسری منزل پر قیام فرمایا تو باورچی سے وہی مٹھائی منگوا کر تھوڑا سا ایک کتے کو کھلایا وہ فوراً مر گیا۔ زہر اپنا کام کر گیا تھا۔ حضرت نے حاضرین لشکر سے فرمایا کہ دیکھا! ہم کو اس نے نادان بنایا۔ آپ نے اپنے تصرفِ ولایت سے پہچان لیا تھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

جب یہ خبر حضرت بی بی ستر معلیٰ کو ملی تو آپ رونے لگیں اور آپ نے کہا کہ پروردگار عالم یہ کیا غضب تھا جو مردود حسن میمندی کے اشاروں پر شیوکن ڈھانے والا تھا۔ پھر والدہ نے اپنے بیٹے کو گلے سے لگایا اور صدقات وخیرات تقسیم کئے۔ رات کو آپ وہیں مقیم ہوئے اور صبح چند ہزار سوار لے کر شکار کھیلنے کی غرض سے نکلے اور چند جاسوسوں کو شیوکن کی خبر لانے کے لئے بھیج دیا۔ جب آپ قصبہ راول کے

قریب پہونچے تو جاسوسوں نے آ کر خبر دی کہ شیوکن اس وقت نہا دھو کر بتوں کی پوجا کرنے میں مشغول ہے۔ فوراً گھوڑے بڑھا دیئے گئے۔ حضرت نے بت خانہ کا محاصرہ کر لیا۔ شیوکن نے بھی پوری جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مجاہدین اسلام نے ہزاروں کو جہنم رسید کیا، آخر کار لشکر کفار فرار ہو گیا۔ اور شیوکن مع زن و فرزند گرفتار ہو گیا اور آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔

جب وہ خدمت میں پہونچا تو آپ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا کہ اے شیوکن تم نے شیر کے بچے سے لڑنے کا کیوں حوصلہ کیا؟ کیا تم نے یہ نہ جانا کہ میں اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کا فرزند ہوں؟ پھر حکم صادر فرمایا کہ اسے مع اہل وعیال قید کر کے لشکر میں محفوظ رکھیں اور شہر پر قبضہ کر لیں۔ لہٰذا ایسا ہی کیا گیا۔ آپ کی والدہ محترمہ نے اس فتح پر بڑی مسرت وشادمانی کا اظہار کیا اور خوب خوشی منانے کے ساتھ خوب خیرات بھی تقسیم فرمائی۔ نیز ہمراہیوں کو بھی خلعت و جواہرات سے نوازا گیا۔

دس سال کی عمر میں سب سے پہلی فتح حاصل ہوئی۔ احمد حسن میمندی کا دوسرا سالا شیوکن کا بھائی نرائن جان بچا کر غزنی پہونچا اور حسن میمندی کے مشورے سے سلطان کے پاس پہونچ کر فریاد کی کہ سالار مسعود نے میرے بھائی شیوکن کو مع اہل وعیال بلا وجہ گرفتار کر لیا ہے۔ اور قصبہ راول کو تباہ کر ڈالا ہے۔ سلطان اس کی بات سے بڑے متعجب ہوئے۔ اسی اثناء میں حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کا قاصد خط لے کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا۔ قاصد نے سارے حالات کہہ سنائے اور خط میں بھی اس کی تفصیلات پڑھ کر سلطان پر شیوکن کی نمک حرامی کا بھید کھلا۔ اس پر سلطان نے حضرت سید سالار مسعود غازی کے نام اپنا دستخطی فرمان لکھا کہ تمہارے خط سے پہلے شیوکن کا بھائی نرائن آیا تھا اس نے

دوسری باتیں کہی ہیں، تمہارے خط سے اس سازش کا علم ہوا۔ لہٰذا اس مجرم کو فی الحال نظر بند رکھو پھر میں خود ہی مزید تحقیق کر کے اس کو سزا دوں گا۔ اس فرمان عالیشان سے آپ بہت محظوظ ہوئے۔ مگر حسن میمندی کے گھر کہرام مچا ہوا تھا کیوں کہ سازش کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا۔

پھر حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کاہیلر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں حضرت سالار ساہو فرزند کے شوق دیدار میں حضرت یعقوب کی طرح بے قرار تھے۔ ایک کوس کے فاصلے سے استقبال کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں ملاقات ہوئی۔ سالار ساہو نے گلے سے لگایا، پیشانی کا بوسہ دیا اور اسی روز اپنا ولی عہد بنالیا۔

سید سالار مسعود غازی اپنے والد ماجد کو راستے کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے اور شیوکن کی نمک حرامی کی داستان سناتے ہوئے دولت سرا میں تشریف لائے۔ اراکین دولت حاضر ہوئے جس کی بھی نگاہ جمال جہاں آرا پر پڑی بندۂ بے دام ہو گیا اور حلقہ بگوش غلام ہو گیا۔ کئی روز تک جشن خوشی منایا گیا۔ خوب خیرات تقسیم کی گئی اور آپ کے ہمراہی لشکریوں کو بھی انعام واکرام سے نوازا گیا۔

غزنی کا سفر

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے کاہیلر پہونچنے کے کچھ عرصہ بعد حضرت سلطان محمود غزنوی خراسان کی مہم سر کر کے غزنی میں آئے تو انھوں نے سپہ سالارِ لشکر حضرت سالار ساہو علیہ الرحمہ کو ایک فرمان لکھ کر روانہ کیا کہ تم چند مدبر اور تجربہ کار لوگوں کو قلعہ کاہیلر میں چھوڑ کر اور فرزند ارجمند مسعود کو ساتھ لے کر میرے پاس آجاؤ۔ فرمان شاہی کے مطابق سالار ساہو حضرت مسعود غازی اور

ان کی والدہ کو ساتھ لے کر غزنی روانہ ہو گئے۔ حضرت محمود غزنوی کا خود بیان ہے کہ میں نے سالار ساہو کی بہادری سے ہندوستان کو فتح کیا اور حضرت سالار مسعود غازی کی جواں مردی سے سومنات کی ظلمت مٹائی۔ فتح سومنات میں حضرت سالار مسعود غازی کی شرکت کے سبب مختصر حال ناظرین کے پیش خدمت ہے۔

فتح سومنات

کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ ایک دن محمود غزنوی نے سالار ساہو سے مشورہ کیا کہ میرا ارادہ سومنات فتح کرنے کا ہے، آپ کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا بسم اللہ جزاک اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کے ارادے کو کامیابیوں کی منزل سے ہمکنار فرمائے۔ سلطان محمود غزنوی نے سالار ساہو کو حکم دیا کہ آپ کاہیلر تشریف لے جائیں تاکہ وہاں کسی قسم کا فتور نہ ہو۔ سالار ساہو سلطان کے حکم سے کاہیلر چلے آئے اور اور فرزند مسعود کو سلطان محمود کی خدمت میں چھوڑ آئے۔

روضۃ الصفاء میں تحریر ہے کہ سلطان محمود غزنوی ۱۰ر شعبان ۴۱۵ھ کو تیس ہزار کا لشکر جرار لے کر سومنات آئے۔ سب بتوں کا سردار سومنات تھا۔ صاحب حبیب السیر کا بیان ہے کہ سومنات بت کا نام ہے۔ اور تواریخ میں بت خانہ کا نام سوم اور بت کا نام ناتھ آیا ہے۔ اور کتب براہمہ میں تحریر ہے کہ اسلام سے چار ہزار سال پہلے کرشن کے زمانے میں یہ بت آیا ہے۔ بہر حال اسی بت کے نام سے پورے کا شہر کا نام سومنات ہوا۔

المختصر دریا کے کنارے ایک عظیم الشان مندر تھا جو سومنات کا مکان تھا۔ ہنود رات کو پرستش کرنے آتے تھے۔ اس مندر کے نیچے ایک تہ خانہ تھا جس میں مہنت رہتا تھا۔ بت کے ہاتھ میں کیل لگی تھی جس میں ایک ڈوری بندھی تھی، جب وہ

مہنت ڈوری ہلاتا تھا تب بت دعا کے واسطے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتا تھا جس سے آنے والے ہنود کا اعتقاد تھا کہ یہ ہمارے واسطے بھلائی کی دعائیں کر رہا ہے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس بت کو توڑ کر یہ کیل پائی تو بوستاں کے آٹھویں باب میں اس حکایت کو تحریر فرمادیا ہے۔

دو ہزار قصبوں کا خراج بت خانہ میں آتا تھا۔ جواہراتِ گراں بہا کا انبار تھا۔ ایک زنجیر دوسو من پختہ سونے کی جواہر بے بہا سے مرصع آویزاں اور سیکڑوں گھنٹے لٹکتے تھے۔ دو ہزار برہمن رات و دن ان کو بجا کر پرستش میں سر پٹکتے تھے۔ پانچ سو گانے بجانے والی عورتیں اور تین سو مرد سازندے ملازم تھے۔ پجاریوں کے سر اور داڑھی مونڈنے کے لئے تین سو حجام موجود رہتے تھے اور راجاؤں کی جوان لڑکیاں ناچنے گانے پر مامور تھیں۔ دریائے گنگا جو شہر سومنات سے چھ سو کوس کی دوری پر ہے وہاں سے ہر روز تازہ پانی آتا تھا جس سے بت کو نہلاتے تھے۔

سلطان محمود غزنوی کے بارہویں حملے ۴۱۵ھ میں جب لشکر اسلام سومنات آیا تو ایک قلعہ دریائے عمان کے کنارے پایا۔ دریا قلعے کی فصیل تک موجیں مارتا تھا۔ ہنود قلعے سے فوج کا نظارہ کرنے لگے۔ خوف و دہشت سے لرزاہ براندام تھے۔ ہر ایک سومنات کے پاس جا کر کہتا تھا کہ خداوند سومنات کے غضب سے تھوڑی دیر میں سب غارت ہو جائیں گے۔ زندہ نہ بچنے پائیں گے۔ غرضیکہ دوسرے دن لشکر اسلام نے قلعے کے نیچے شام تک لڑ کر رات کو وہیں قیام کیا۔ صبح خود سلطان محمود غازیان اسلام کے ساتھ زینہ لگا کر قلعے میں داخل ہو گیا۔ پھر تو ہر ایک اپنی زندگی سے ناامید ہو کر سومنات کی سل بغل میں دبا کر زار زار روتا تھا۔ تیسرے دن بیرم دیو نام کے ایک کافر راجا نے بے شمار فوج لا کر ہنود کو مدد دی۔ سلطان نے گھبرا کر بعد فتح سومنات سب مال غنیمت محتاجوں کو دینے کا ارادہ کیا۔ پھر حضرت شیخ ابو

الحسن الخرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرقہ مبارک ہاتھ میں لے کر فتح کی دعا کی اور ایک حملہ کیا فوراً ایک آواز رعد کی بہت خوفناک آئی اور ایسا سخت اندھیرا چھا گیا کہ کافروں کا لشکر اندھیرے میں آپس میں لڑ کر پچاس ہزار سے زائد جہنم رسید ہو گیا۔ باقی ماندہ چار ہزار ہنود نے کشتیوں پر سوار ہو کر راہ فرار اختیار کیا۔ غازیان اسلام نے انھیں بھی مار کر فتح کا نقارہ بجایا اور اسلام کا پھریرا قلعے کی چوٹی پر نصب کر دیا۔

سومنات کے مراتب کو زوال ہو گیا۔ پورا مندر خون سے لال ہو گیا۔ غازیوں نے پری پیکروں کو لونڈیاں بنایا۔ سومنات کی طائفہ رقاصائیں اسلام کا دم بھر کر کلمہ پڑھنے لگیں۔ اسی شب کو حضرت ابوالحسن خرقانی نے خواب میں فرمایا کہ اے محمود! تم نے فتح سومنات پر، بس تھوڑی سی بات پر ہمارے خرقے کی آبرو پر دھبہ لگا دیا۔ خدا کی قسم اگر پوری روئے زمین کے حق میں دعا کرتا تو خدائے تعالیٰ سب کو اسلام کی دولت سے مالا مال فرما دیتا۔

المختصر سالار مسعود نے بھی اس معرکے میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دے کر رب کائنات کی خوشنودی حاصل کی اور سلطان کو اپنے جوہر دکھلائے۔ پھر سلطان مندر میں تشریف لے گئے۔ سومنات پر گرز لگا کر اپنے ہاتھ سے اس کا سر پھوڑا اور بت توڑ کر زمیں بوس کر دیا۔ یہ بت خانہ گویا قارون کا خزانہ تھا جس کی چھپن ستون طلائی لعل و زر سے مرصع تھی۔ زرِ سرخ کے انبار لگے تھے۔ سومنات پتھر کی مورت تھی، چاند جیسی صورت تھی۔ جس کی لمبائی پانچ گز تھی۔ جس میں سے دو گز زمین میں گڑا تھا اور تین گز زمین کے اوپر کھڑا تھا۔ اس کو اکھاڑ لیا اور گرد و نواح کے قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

حضرت سلطان محمود غزنوی نے چاہا کہ حضرت سالار مسعود کو غزنی دے کر پہلی دار السلطنت بنائیں لیکن اراکین دولت نے مشورہ نہ دیا۔ غرضیکہ تسلیم نامی شہزادہ

کونواح سومنات کا حاکم بنا کر مناسب خراج، بت پرستی سے انکار اور اطاعت اسلام کا وعدہ لے کر غزنی کا رخ کیا۔

حضرت سالار مسعود غازی کی دانشمندی اور فہم وفراست

تاریخ محمودی کا بیان ہے کہ جب لشکر سلطان سومنات کی فتح کے بعد غزنی آیا تو سلطان محمود نے سومنات بت کو جو اپنے ساتھ لائے تھے جامع مسجد غزنی کے دروازے کا سنگ آستانہ بنایا جس کو مسلمان جوتوں اور چپلوں سے روندتے ہوئے مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ ہنود یہ توہین دیکھ کر آتش غیض وغضب میں جل بھن جاتے تھے۔ مخالفین کو یہ امر بہت ہی ناگوار گزرا اور خواجہ حسن میمندی جو محمود غزنوی کا وزیر تھا اس کی معرفت یہ طے پایا کہ اس پتھر سے کئی گنا سونا لے کر بت ہمارے حوالے کر دیں۔ محمود غزنوی نے سونے کے عوض اس بت کو دینے کا وعدہ کرلیا اور پھر محل سرا میں آکر خلوت میں سالار مسعود سے مشورہ لیا کہ ہم نے تو بت دینے کا وعدہ کرلیا ہے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ ایسے نازک وقت میں حضرت سالار مسعود غازی کی دانشمندی اور فہم وفراست دیکھئے! حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جو بادشاہ کی مرضی ہو لیکن آج تو بت دے کر سونا لے لیں گے مگر روز قیامت کیا کریں گے جب حشر کا دن آئے گا تو خدائے وحدہ لاشریک ارشاد فرمائے گا کہ آزر بت تراش کو بلاؤ اور اے فرشتو! محمود بت فروش کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لاؤ۔ اس وقت قیامت میں کس قدر ندامت ہوگی۔ کوئی سعی وسفارش کام نہ آئے گی۔ فوج وسپاہ، رشوت ونذرانہ، روپیہ وپیسہ، زر وجواہر کوئی بھی چیز تمہیں خدا کے عذاب سے بچا نہیں پائے گی۔ ایک خلقت کے سامنے اسلام میں بٹہ لگ جائے گا۔ بادشاہ یہ سن کر لرزہ براندام ہوگیا۔ سالار مسعود کو سینے سے لگا کر مرحبا، جزاک اللہ کہا اور کہا کہ

میں حیران ہوں کیا کروں؟ اس لئے کہ وعدہ خلافی اسلام کے شایان شان نہیں ہے اور ایفائے وعدہ میں اسلام کا فتور ہے۔

سالار مسعود نے فرمایا کہ آپ وعدہ خلافی نہ کریں بلکہ بت ہمیں دے دیں اور جب ہنود آئیں گے تو آپ انھیں میرے پاس بھیج دیں گے، ہم ان سے سمجھ لیں گے۔ سلطان نے کہا بہتر ہے، ہمیں اس عذاب سے بچاؤ۔ چنانچہ وہ بت جب سالار مسعود کے کفش خانہ میں آیا تو فوراً ناک کان کاٹ کر اس کا چونا بنا دیا جس کا کچھ حصہ پان میں بھگا دیا اور کچھ حصہ صندل میں ملا دیا۔ جب بت پرستوں کی جماعت نے خواجہ وزیر احمد کے ساتھ سلطان سے بت طلب کیا تو سلطان نے کہا کہ فرزند مسعود کے پاس جاؤ اور لے لو۔ غرضیکہ جب پرست سالار مسعود کی خدمت میں آئے تو حضرت نے خادموں سے فرمایا کہ ان سب کو بڑی عزت کے ساتھ بٹھاؤ اور صندل و پان لے کر ان کی خاطر وتواضع کرو۔ وہی صندل اور اسی تبرک کے پان آئے، سب نے صندل کا قشقہ بنا کر ٹیکا لگایا اور پان کھایا پھر بت طلب کیا آپ نے جواب دیا بت پا چکے ہو۔ پان میں اسی پتھر کا چونا کھا چکے ہو اور صندل میں بھی تبرکا ملایا ہے جس کا تم سب نے پیشانی پر ٹیکا لگایا ہے۔

پھر تو وہ سب حیران ہوئے اور بہت شرمندہ ہوئے۔ کوئی قے کرنے لگا اور کوئی آتش غیض وغضب میں جلنے لگا۔ روتے ہوئے وزیر خواجہ احمد میمندی کے پاس آئے اور سب ماجرا سنایا کہ سالار مسعود نے ہمیں بے دھرم بنایا۔ اس بات کو سن کر وزیر کو طیش آگیا اور اس نے مخالفین کو بھڑکایا کہ تم سب جا کر ملک میں فساد اور غدر مچاؤ۔ القصہ سلطان محمود نے اس بت کا چار حصہ کیا۔ خدا کی قدرت کہ اس میں سے جواہرات اور زمرد ولعل نکلے۔ اس کے بعد سلطان نے حکم دیا کہ اس بت کے دو ٹکڑے غزنی بھجوا دئے جائیں۔ ان میں سے ایک ٹکڑا جامع مسجد کے درواز

ے پر اور دوسرا ٹکڑا ایوانِ سلطنت کے صحن میں رکھا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ چنانچہ اس وقت سے لے کر ایک ہزار پانچ سال کا زمانہ گزر گیا اس کے باوجود یہ ٹکڑے وہیں رکھے ہوئے ہیں۔ مابقیہ دو ٹکڑوں میں سے ایک کو مکہ شریف اور دوسرے کو مدینہ شریف بھیج دیا گیا تا کہ انھیں عام راستے میں رکھ دیا جائے اور لوگ انھیں دیکھ کر سلطان محمود غزنوی اور حضرت سید سالار مسعود غازی کی ہمت و جرأت کی داد دیں۔ اور اس کارنامے کو ہمیشہ کے لئے یاد رکھیں۔

حضرت سالار مسعود کی ہندوستان روانگی

ہم اپنے قارئین کو بتا چکے ہیں کہ سلطان محمود کا وزیر خواجہ حسن میمندی تھا جس کو سالار مسعود سے عداوت تھی۔ ہر دم یہی کہتا تھا کہ سالار مسعود کو دیکھنے سے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ لہٰذا اس نے عداوت اور حسد کی وجہ سے ملک میں چاروں طرف فساد بھڑکا دیا۔ یہ دیکھ کر ایک روز سلطان محمود نے حضرت سالار مسعود غازی کو تنہائی میں بلا کر کہا کہ وزیر تم سے بغض رکھتا ہے اور تم سے بہت جلتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے انتظام میں گڑ بڑی پیدا کرتا ہے۔ اس لئے نور نظر تم فی الحال کچھ دنوں کے لئے کاہیلر والدین کے پاس چلے جاؤ، سیر و شکار میں طبیعت بہلاؤ۔ ہم پہلے ملک کا انتظام درست کر کے اس کا قصہ پاک کر دیں گے پھر آپ کو بلالیں گے۔ اور میری جان تم میری طرف سے کسی اور طرح کا خیال نہ کرنا ایسا میں مصلحتاً کر رہا ہوں۔ سالار مسعود نے فرمایا کہ واقعی یہ مصلحت ہے مگر کاہیلر میں رہنا میرے لئے حماقت ہے بلکہ ہندوستان جا کر کفار سے جہاد کروں گا۔ اور اس کفر و شرک کی زمین پر اللہ کا نام بلند کروں گا۔ بادشاہ نے بہت اصرار کیا مگر آپ نے کاہیلر جانے سے سراسر انکار کر دیا۔

دوسرے دن ہندوستان کی طرف لشکر روانہ کر کے خود سلطان محمود کے پاس آ کر حرف رخصت زبان پر لائے۔ سلطان نے کلیجے سے لگا کر آپ کو رخصت کیا۔ وقت رخصت پانچ عراقی گھوڑے اور دو ہاتھی مرحمت فرمائے اور بہت غمگین ہو کر سالار ساہو کے پاس خط لکھا کہ مصلحتاً چند روز کے واسطے فرزند مسعود کو آپ کے بھیج رہا ہوں مگر ان کا ارادہ ہندوستان جانے کا ہے۔ آپ راستے میں انھیں روک لیں گے پھر چند روز کے بعد انھیں بلالیں گے اگر خفا ہوں گے تو منالیں گے۔ الحاصل آپ نے ہندوستان کی طرف کوچ فرمایا۔

صاحب تاریخ محمودی فرماتے ہیں کہ لوگ آپ کے اخلاق و کمالات کے اس قدر گرویدہ تھے کہ ہزاروں آدمی اپنا گھر بار، عزیز و اقارب چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو لئے۔ اور جب سلطان کا خط سالار ساہو کے پاس آیا تو سالار ساہو نے آپ کی والدہ ستر معلیٰ کو ساتھ لے کر راستے میں ملاقات کیا۔ بار ہا کہا کہ ہندوستان نہ جاؤ بلکہ کاہیلر میں ہی دل بہلاؤ لیکن نوشتۂ تقدیر تو کچھ اور ہی تھا۔ آپ نے کاہیلر جانے سے انکار کر دیا تو ان کے والدین نے کہا کہ پھر ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی ہمارے ساتھ جانے میں سلطان کو ملال ہوگا۔ نیز سلطان کو احمد حسن میمندی کی بات کا یقین ہو جائے گا کہ ان لوگوں نے مل کر بغاوت کر دی ہے۔ اس لئے آپ ہمارے ساتھ تشریف نہ لے چلیں۔ آخر سالار ساہو نے کاہیلر رہنے میں مصلحت جانی اور سالار مسعود غازی کی بات مانی اور چند تجربہ کار بہادر امراء مع گھوڑے اور خزانہ و اسباب دے کر خود کاہیلر کا راستہ لیا۔

رخصت کے وقت حضرت بی بی ستر معلیٰ کی بے قراری اور حضرت سالار ساہو کی گریہ و زاری سے زمین کا جگر چاک ہو رہا تھا۔ والدین کی جدائی کے بعد راہ کے مصائب و آلام جھیلتے ہوئے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں غریب

مسافروں کو مال و دولت عطا فرمایا۔ ہر امیر و غریب، صغیر و کبیر سے اخلاقِ محمدی سے پیش آتے تھے۔ بعد نماز عشاء جب حجرے میں تشریف لے جاتے تو اس وقت حضرت مولانا سید ابراہیم صاحب جن کا مزار مبارک ضلع بارہ بنکی کے مشہور قصبہ کنتور میں ہے سراپردہ میں وضو کے لئے پانی لاتے تھے۔ کسی اور کو باریابی کی اجازت نہ تھی۔ اگر دھوکے سے کوئی اندر چلا جاتا تو آپ غلبۂ مشاہدۂ الٰہی سے اسے پہچانتے ہی نہ تھے۔ ذکر خدا کے سوا گویا سونا جانتے ہی نہ تھے۔ اس طرح یہ نورانی قافلہ ہندوستان کی سرزمین میں ایک عظیم مقصد کے ساتھ داخل ہوا۔ اس قافلے کا ہر ہر فرد شہادت کا متوالا تھا۔ ان سبھی لوگوں کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ ''لیکون کلمة الله هی العلیا'' تاکہ اللہ کا نام بلند ہو۔

سلطان محمود غزنوی کا استقامت فی الدین

سلطان محمود غزنوی اگر چہ ایک عظیم شہنشاہ تھے۔ انھوں نے نہ جانے کتنی فتوحات حاصل کئے تھے۔ لیکن وہ ان فتوحات کی نشے میں چور نہیں ہوئے اور نہ ہی اپنے اندر فخر و غرور پیدا کیا بلکہ اپنے آپ کو ہمیشہ ایک بندۂ عاجز و مسکین تصور کرتے۔ زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور حسنِ سلوک میں وہ اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ احکام شریعت کی پابندی، عشق رسول ﷺ سے سرشاری اور بزرگوں سے بے پناہ عقیدت آپ کی زندگی کے نمایاں پہلو ہیں۔ جو تاریخ کے صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر بیان باعث طوالت ہے۔ عاشق رسول ﷺ ایسے تھے کہ روزانہ بلا ناغہ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور وظیفہ صدق نیت اور فرط محبت سے ایک لاکھ بار درود شریف پڑھتے اور اس کا ثواب سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں نذر کرتے۔

دیدارِ پر انوار

چوں کہ اس قدر درود پاک پڑھنے میں تمام دن گذر جاتے اور انتظام مملکت کے واسطے فرصت کا وقت ہاتھ نہیں آتا۔ ایک رات عالم خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (کہ آپ ہی کی ذات بابرکت کا دنیا و آخرت میں امت عاصی کو سہارا ہے اور خود بادشاہ دوجہاں کو یہ محنتِ امت اور فتور سلطنت کب گوارا ہے۔) نے سلطان محمود کو زیارتِ جمال آرا سے سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے محمود اس درود شریف کو ہر روز بعد نماز فجر ایک مرتبہ پڑھ لیا کروگے تو تمہیں ایک لاکھ بار درود شریف پڑھنے کا ثواب ملے گا اور اس کی برکت سے میری محبت میں کامل ہوگا ۔ پس سلطان محمود نے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کے مطابق ہر روز اس درود پاک کو پڑھتے اور اس مژدہ سے ہر شخص کو خبر کردی کہ درود شریف پڑھنے والے اگر حصول ثواب کی نیت سے اس درود پاک کو ایک بار پڑھ لیں تو ایک لاکھ بار درود شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس لئے یہ درود لکھی کے نام سے مشہور ہوا اور درود شریف کی کتابوں میں درود لکھی درج ہے وہاں سے مطالعہ کرلیں۔

وزیر اعظم کی معزولی اور سلطان محمود کی وفات

سالار مسعود کے غزنی سے آجانے کے بعد خواجہ احمد وزیر اعظم کو ایک طرح کا اطمینان حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن سلطان محمود کو بہر حال احساس ہو چلا تھا کہ خواجہ احمد کا وجود دولت غزنویہ کے لئے فال نیک ثابت نہ ہوگا۔ یہ احساس ان کو اس وقت اور زیادہ ہوا جب حضرت سید سالار مسعود غازی کی طرح دوسرے اور بھی

جانثاروں نے خواجہ احمد میمندی کی بد اخلاقی سے تنگ آ کر غزنی کو چھوڑ کر ہندوستان کی جانب روانہ ہوگئے۔ان میں پانچ قابل ذکر سردار یہ ہیں: سید اعز الدین، مہی بختیار، سیف الدین ملک، ملک دولت شاہ، میاں رجب سالار۔ بادشاہ کو بڑھاپے میں ان تکلیفوں نے اور نڈھال کر دیا تھا۔اس لئے سلطان نے سختی شروع کر دی اور سلطان نے خواجہ احمد میمندی کو وزارت عظمیٰ سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ امیر جنگ میکائیل کو وزارتِ عظمیٰ کا منصب عطا کیا۔اور خواجہ احمد کو ۴۲۱ھ میں کالنجر کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ جہاں تین سال کے بعد اس کی موت واقع ہوگئی۔خواجہ احمد کو وزارت سے معزول کرنے کے چند ہی ماہ بعد ۳۰/ربیع الاول ۴۳۰ھ بروز جمعرات ترسٹھ سال کی عمر میں سلطان محمود غزنوی کا بھی وصال ہوگیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سلطان کے وصال کے بعد حکومت غزنویہ کا سنہرا باب محو ہوگیا۔کفرستان کی سرحدوں پر چراغاں کے گئے۔ادھر مملکت اسلامیہ سوگوار ہوگئی۔وہ باحمیت غیرت مند سلطان دنیا سے روپوش ہوگیا۔مگر ننگے، بھوکے، فاقہ کش، مزدوروں، یتیموں، بیواؤں، مظلوموں، دکھیاروں اور دردمندوں کی بے آواز چیخیں کسی ایسے محمود کو آواز دیتی رہیں گی۔

تو ہمات کے لاکھوں صنم کدوں کا وجود
ترس رہا ہے کسی ایک غزنوی کے لئے

دریائے سندھ کے کنارے

میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت سالار مسعود غازی والدین کریمین کی جدائی کے بعد راستے کے مصائب و آلام جھیلتے ہوئے جب دریائے سندھ کے کنارے

پہونچے تو امیر حسن اور امیر بایزید جعفر نے آپ کے حکم کے مطابق ہزار سوار سے شیو پور کا محاصرہ کیا۔رائے ارجن کو شکست دے کر اس کے گھر اور حویلیوں پر قبضہ کر کے دس لاکھ سونے کے سکے اور کافی مال و اسباب ہاتھ آئے۔ وہ سارا مال غنیمت آپ کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہاری پہلی فتح کے نتیجے میں حاصل ہوا ہے اس لئے اسے خرچ کر لو۔ پھر کشتیوں پر سوار ہو کر دریا پار ہو کر مشرقی کنارے پر آئے اور چند روز قیام فرمایا۔شکار کے لئے جگہ اچھی تھی، آپ یہاں شکار کھیلتے رہے اور اہل لشکر آس پاس کے علاقے فتوحات کرتے رہے۔

چند دنوں کے بعد جب دریائے سندھ سے کوچ کر کے ملتان میں پہونچے تو ملتان کے زمیندار انگپال سے جنگ چھڑ گئی۔ دیر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی جس میں دونوں طرف سے بے شمار آدمی کام آئے۔ آخر کار انگپال کی شکست ہوئی اور کافی مال غنیمت ہاتھ آئے۔ جسے آپ نے اہل لشکر میں تقسیم فرمایا۔اب چوں کہ برسات کا موسم شروع ہوگیا تھا۔ اس لئے چار ماہ ملتان میں رہ کر اجودھن (پاک پٹن) کی طرف کوچ فرمایا۔اجودھن اس زمانے میں بہت آباد تھا۔مگر بغیر جنگ کے فتح ہوگیا۔آپ کو اجودھن کی آب و ہوا بہت پسند آئی۔ شکارگاہ بھی یہاں اچھی تھی۔لہٰذا نو مہینے یہاں قیام فرمایا۔حتیٰ کہ دوسرا بارش کا موسم آ گیا۔ چنانچہ یہ برسات بھی وہیں گذاری اس کے بعد دہلی کی طرف رخ کیا۔

دہلی کی فتح

اس وقت دہلی کا حکمراں رائے مہیپال تھا۔اس کے پاس تیرہ لاکھ نوے ہزار فوج اور تقریباً ڈھائی ہزار جنگی ہاتھی تھے جس پر اسے بڑا ناز تھا۔ جب حضرت

سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کوچ کرتے ہوئے دہلی کی سرزمین پر رونق افروز ہوئے تو وہاں سے تقریباً بارہ کوس کے فاصلے پر رائے مہیپال خبر پا کر پہلے ہی سے اپنی فوج لئے تیار کھڑا تھا۔ ان کے پہونچتے ہی رائے مہیپال نے حملہ کر دیا اور دونوں فوجیں اپنی بہادری کے جوہر دکھانے لگے۔ مقابلہ بڑا سخت تھا۔ روزانہ صبح سے شام تک دونوں طرف کے بہادر سپاہی اپنی جانوں پر کھیلتے تھے مگر جنگ کسی فیصلہ کن مرحلے میں نہیں پہونچتی تھی۔

ایک دن سرکار غازی نے اپنا سر سجدے میں رکھ کر اپنے خالق و مالک کے حضور دست بدعا ہوئے کہ اے رب کریم ہماری فتح و نصرت فرما۔ اس دعا کے ختم ہوتے ہی ایک شخص نے آکر خبر دی کہ آپ کے پانچوں رفیق سالار سیف الدین، بختیار، میر اعزالدین، ملک دولت شاہ اور میاں رجب، خواجہ احمد بن حسن کی شرارت سے اپنے اپنے جلیل القدر عہدوں کو چھوڑ کر بہت بڑی فوج غزنی سے لے کر آ رہے ہیں۔ اس خبر کو سنتے ہی آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ اور اسے تائید غیبی سمجھا۔ ادھر راجہ مہیپال پر ہیبت چھا گئی۔ آپ نے ایک بار پھر راجہ پر اسلام پیش کیا۔ راجہ نے غور و خوض کا بہانہ لے کر ڈیڑھ ماہ تک جنگ کو ملتوی کر دیا اور اس درمیان اس نے اپنی فوجی طاقت خوب مضبوط کر لی اور تیاری کے بعد دوبارہ جنگ شروع کر دی۔ جب اس کا لشکر میدان میں اترا تو اس وقت سرکار غازی اشرف الملک کے ساتھ کوئی مشورہ کر رہے تھے کہ اتنے میں رائے مہیپال اور رائے گوپال نے گھوڑا دوڑا کر سرکار غازی پر گرز کا وار کیا جس سے ناک مبارک زخمی ہو گئی اور دو دانت شہید ہو گئے۔ اشرف الملک نے تلوار کا وار رائے گوپال پر کیا وہ وہیں واصل جہنم ہو گیا مگر راجہ مہیپال بھاگ گیا۔ سرکار غازی زخم پر رومال باندھ کر میدان میں نکل آئے۔ بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اسلامی شیروں نے دشمنوں کی صفیں کاٹ کر

رکھ دیں۔ خود جام شہادت نوش فرمایا اور دشمنوں کو بھی جہنم میں پہونچا دیا۔

دوسرے دن بھی جب جنگ کا نقارہ بجا تو حضرت میر سید اعزالدین داد شجاعت دیتے ہوئے گردن پر نیزے کا پھل کھا کر شہید ہو گئے۔ یہ خبر سن کر سرکار غازی بے چین ہو گئے اور گھوڑے پر سوار ہو کر غنیم پر دھاوا بول دیا، چاروں طرف سے گھیر لیا اور اتنا زبردست حملہ کیا کہ دشمنوں کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی مگر رائے مہیپال نے میدان نہ چھوڑا اور اپنی تین لاکھ چالیس ہزار فوج کے ساتھ اب بھی میدان میں ڈٹا رہا۔ بہتوں نے سمجھایا بھی کہ اس وقت چلے چلو اگر زندگی رہے گی تو پھر لڑیں گے مگر اس نے ایک نہ مانا۔ آخر کار وہ مارا گیا اور مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ اس روز پہلی بار ۴۲۰ھ میں دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار سپاہی شہید ہوئے۔ اور دشمنوں کے تین لاکھ نوے ہزار سپاہی مارے گئے۔

فتح کے بعد فوج کے افسروں نے کہا کہ آپ دہلی کے تخت پر تشریف فرمایئے اور اسی شہر کو اپنا دارالسلطنت قرار دے کر ملک کے دور دراز علاقوں کو فتح کیجئے۔ کیوں کہ یہ شہر ملک کے قلب میں واقع ہے اور جنگی حکمت عملی کے لحاظ سے اس سے بہتر اور کوئی دارالسلطنت نہیں مل سکتا۔ آپ نے فرمایا میں یہ تخت و تاج کے لئے نہیں کر رہا ہوں میرے اس راز سے میرا پروردگار عالم خوب واقف ہے۔ گویا آپ زبان حال سے کہہ رہے تھے:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو　　　عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن　　　نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

پھر آپ نے امیر بایزید جعفر کے ہاتھوں میں حکومت دہلی کی باگ ڈور عطا فرما دی اور تین ہزار آدمی انتظامی امور کے لئے چھوڑ دیئے اور نصیحت فرمائی کہ یاد رکھنا

تمہیں یہاں خلق خدا کی خدمت کے لئے معین کیا گیا ہے۔ خبردار تمہاری ذات سے ہرگز ہرگز کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ یہاں آپ نے چھ ماہ سولہ روز قیام فرمایا پھر میرٹھ کی طرف کوچ فرمایا۔

میرٹھ کے راجہ کی اطاعت

چوں کہ مہیپال کی شکست کے بعد ہر راجہ مسلمانوں سے خوفزدہ تھا۔ اس لئے ہر والی ریاست کو خطرہ لاحق تھا۔ میرٹھ کا راجہ ہردت دوڑ راجپوت کو نیز اطراف کے راجاؤں کو پہلے ہی سے خبر مل گئی تھی کہ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ زبردست فوج کے ساتھ آرہے ہیں اور کوئی بھی ان کے مقابلے پر نہیں ٹھہر پاتا ہے۔ لہٰذا عاقبت اندیشی کے طور پر سب نے ایک قاصد کو بہت کچھ تحائف دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلا دیا کہ یہ ملک آپ ہی کا ہے۔ ہم سب آپ کے تابعدار اور اطاعت گذار ہیں۔ حضرت مسعود غازی رضی اللہ عنہ راجگان میرٹھ وغیرہ کے اس رویہ سے بہت خوش ہوئے اور ان کا علاقہ انہیں کو سونپ دیا۔

والی قنوج کی تابعداری

پھر وہاں سے قنوج کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے ۴۰۹ھ مطابق ۱۰۱۸ء میں قنوج پر حملہ کر کے والی قنوج رائے اجے پال کو شکست دے کر جلا وطن کر دیا تو اس وقت حضرت سالار ساہو علیہ الرحمہ نے سلطان سے اس کی سفارش کی تھی اور خطا بخشی کرا کے رائے اجے پال کو دوبارہ قنوج میں آباد کیا تھا۔ اسی احسان کے سبب سے رائے اجے پال نے حضرت سالار مسعود غازی کی آمد کی خبر پا کر اپنا ایلچی تحفہ تحائف دے کر آپ کے پاس بھیجا

،آپ نے راجکمار کی بڑی خاطر و مدارات کی اور دعوت بھی قبول فرمائی اور اسے خلعت و انعام سے نواز کر رخصت کرتے ہوئے کہا کہ کشتیوں کا انتظام رکھا جائے ہم دریا پار کر کے شکار کھیلیں گے۔ چنانچہ ڈیڑھ ہزار کشتیوں کا انتظام کیا گیا اور آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فوراً دریا پار کرنے کا حکم دیا اور آخر میں خود بھی اس پار اترے۔ ادھر رائے اجے پال گھوڑا لئے خود استقبال کے لئے موجود تھا۔ قریب پہونچ کر حضرت سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ رائے اجے پال سے گلے ملے اور پاس بٹھا کر تسلی و تشفی فرمائی پھر خلعت خاص معہ دس عراقی گھوڑوں کے انعام دے کر رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ امن قائم رکھیں۔ اجے پال خوش خوش واپس ہوا اور آپ کے رفقاء کے لئے غلہ فراہم کرنے اور دیگر خدمات میں لگ گیا۔

سَترِکھ میں آپ کا قیام

ضلع بارہ بنکی کے ایک قصبہ سترکھ کو ہندو دھرم میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ کہتے ہیں کہ راجہ دشرتھ کے دونوں لڑکے رام چندر اور لچھمن نے یہیں تعلیم حاصل کی ہے۔ اس زمانے سے سترکھ اور بہرائچ بہت آباد تھا۔ ہزاروں مندر تھے، ناف ہند کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کو یہاں کی آب و ہوا بہت پسند آئی۔ نیز معقول شکارگاہ پائی۔ اس لئے آپ سترکھ میں مقیم ہو گئے اور اطراف و جوانب میں فوج بھیجنے کا بندوبست فرمایا۔

چنانچہ حضرت سالار سیف الدین سرخرو اور سالار رجب کو دو دستے فوج کے دے کر بہرائچ کی طرف روانہ کیا اور سالار رجب کے بیٹے کو جو ہمت و شجاعت میں اپنے باپ ہی کی طرح تھے۔ سالار رجب کی جگہ اپنے لشکر کا کوتوال مقرر کیا جب یہ دونوں افسر بہرائچ آئے تو غلہ نہ پا کر کے سخت گھبرائے اور حضرت سالار

مسعود کو اطلاع دی ۔ حضرت نے سدھور کے چودھری تماش کو اور امیٹھی کے چودھری نرہر کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اچھی طرح کھیتی کرو اور جس چیز کی ضرورت ہو ہم سے لو۔ فی الحال کچھ نقد پیسے بھی لے جاؤ اور جہاں تک ہو سکے غلہ اکٹھا کر کے بہرائچ پہونچاؤ۔ سبھی نے عرض کیا حضور ہم پہلے غلہ لائیں گے۔ پھر روپیہ پیسہ لیں گے۔ حضرت نے عطر و پان، خلعت و انعام دے کر رخصت فرمایا اور امیر حسن عرب کو مہوبہ (ضلع باندہ یوپی) میر سید علی المعروف سید اعز الدین عرف لال پیر کو گوپامئو، ملک فضل کو بنارس، ملک عبدالرحمٰن کو بھا کنکر، سلطان مہی بختیار کو کانودر کی جانب فوج کے دستے دے کر بھیجا اور نصیحت فرمائی کہ جہاں کہیں جانا سب سے خلق محمدی سے پیش آنا۔ پہلے گمراہوں کو صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کرنا، اگر راہِ راست پر آجائیں تو ٹھیک ہے ورنہ جہاد کر کے پرچم اسلام کو سربلند کرنا۔ پھر ہر ایک کو سینے سے لگا کر زار زار رونے لگے۔ فرمایا کہ کہا سنا معاف کرنا جاؤ اللہ تم سب کا حافظ و ناصر ہے اور خود آپ نے ستر کھ کا انتظام سنبھالا۔

کڑہ مانکپور کے راجاؤں کی دھمکی

ایک دن کی بات ہے کہ دو سفیر کڑہ ضلع الٰہ آباد اور مانکپور ضلع پرتاپ گڑھ کے راجاؤں کی طرف سے آئے اور اپنے ساتھ دو زین اور چند لگام پُرسحر لا کر بطور ہدیہ پیش کر دیا اور کہا کہ آج تک اس جگہ کسی دوسرے ملک کا تاجدار نہیں آیا ہے۔ اسکندر رومی نے البتہ حوصلہ کیا مگر کچھ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ محمود غزنوی بھی قنوج، گجرات وغیرہ فتح کیا لیکن اس ملک کو معاف کیا۔ تم کیسے بے باکانہ چلے آئے؟ کچھ خوف و ہیبت دل میں نہیں سمائی؟ ہم کو تمہاری بزرگ زادگی کا خیال ہے۔ آپ ہی کی ذات سے سالار ساہو کا نام روشن رہے گا۔ تمہارے بعد قصہ ختم ہو جائے گا۔ سن لو

ہم نو لاکھ تلوار کے مالک ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے سردار موجود ہیں ۔ خیریت اسی میں ہے کہ اس ملک کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ یہ سن کر حضرت کو طیش آگیا اور فرمایا کہ اپنی زین و لگام لے جاؤ، سحر اور جادو کسی اور کو دکھاؤ۔ خدا کی قسم اگر تم قاصد بن کر نہ آتے تو ابھی تلوار سے تمہاری گردن اڑا دی جاتی۔ یہ ملک خدا کا ہے جس کی تلوار ہے اسی کا قبضہ ہے۔ ہم یہاں دین محمدی کو رواج دیں گے اور آتش کفر کو بجھا کر اسلام کا بول بالا کریں گے۔ قاصد واپس آکر لوگوں کو بتایا کہ یہ لڑکا اگر چہ کمسن اور نوخیز ہے مگر جری اور بہادر ہے۔ تمہاری نو لاکھ فوج سے نہ ڈریں گے۔ آن کی آن میں فتح کر لیں گے۔ یہ سن کر سب حیران ہو گئے۔

زہر میں بجھی ہوئی نحرنی

وہیں پر ایک حجام بھی تھا، وہ بول اٹھا کہ تم سب کیوں خوف کھاتے ہو؟ ڈر کی وجہ سے مرے جاتے ہو؟ یہ کون سا بڑا کام ہے، صرف ایک نحرنی سے میں اس کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹا دوں گا۔ غرضیکہ اس حجام نے شہادت سالار مسعود غازی کا بیڑا اٹھا کر سو اشرفی انعام میں پایا۔ ایک نحرنی زہر میں بجھا کر نذر لایا، حضرت نے پوچھا تو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں بہت زمانے سے مسلمانوں کا میراثی ہوں۔ ہندوؤں کی چوٹیاں پکڑ کر مونڈتا ہوں۔ اس وقت میں بہت پریشان ہوں۔ آپ کی خدمت میں ملازمت کے سلسلے میں آیا ہوں اور یہ نحرنی بطور تحفہ لایا ہوں۔ آپ نے نحرنی اس کے ہاتھ سے لے لی اور اس کی باتوں میں خلوص کی بو نہ پا کر اسے خدمت سے باز رکھا اور دو اشرفی دے کر اسے رخصت کر دیا۔ وہ خوش ہو کر گھر آیا اور اپنے نزدیک وہ کام کر گیا۔ ایک دن حضرت نے اسے الٹے ہاتھ کے ناخن پر لگایا، انگلی ہل گئی، تیزی سے کھال چھل گئی، زہر اپنا کام

کر گیا، پورا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔ اور چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور سخت بے چین ہو گئے۔ جب لوگوں کو خبر ہوئی اور پہچان لیا کہ زہر کا اثر ہے تو فوراً زہر مہرہ پانی میں گھول کر پلایا کچھ دیر کے بعد زہر کا اثر ختم ہو گیا، صحت حاصل ہوئی۔ راہِ خدا میں صدقہ دیا۔ لشکر میں تازہ جان آئی۔ فوراً امرائے نامدار کو مفصل حالات لکھ کر بھجوائے اور غسل صحت سے آگاہ فرمایا اور ایک خط حضرت سالار ساہو کی خدمت میں ارسال کیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک پندرہ سال تھی۔

حضرت بی بی ستر معلیٰ کی وفات

جب قاصد حضرت سالار ساہو کے پاس کاہیلر میں پہونچ کر صحت نامہ دیا۔ سالار ساہو کو حجام کی حرکت سے سخت ملال ہوا۔ اس صدمے سے حضرت بی بی ستر معلیٰ کی عجیب کیفیت ہوئی۔ لب پر نالہ وفغاں تھا۔ بار بار خط پڑھواتی تھیں، غشی پر غشی طاری ہوتی تھی۔ سالار ساہو سمجھاتے تھے کہ خدا نے جان بچائی۔ ایسے موقع پر صدقہ دینا رواہے۔ وہ رو کر جواب میں فرماتی تھیں کہ جب تک میں اپنے لخت جگر مسعود کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں گی اس وقت تک مجھے چین نہ آئے گا۔

بیٹے کی جدائی میں بہت زیادہ غمگین رہنے لگیں۔ اتنا زیادہ غم لاحق ہوا کہ اسی صدمے سے بیمار ہو گئیں اور کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ آخرش بارہویں روز فرزند ارجمند کی جدائی کے سبب ۴۲۰ھ میں انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سالار ساہو کو صدمۂ کمال ہوا۔ جنازہ پڑھ کر لاش غزنی بھجوا دیا اور اپنے لشکر کو لے کر سالار مسعود سے ملنے ستر کھ میں چلے آئے۔ حضرت سالار مسعود ستر کھ میں اپنی والدۂ مکرمہ کی وفات کی خبر سن کر سخت بے چین ہو گئے۔ خون دل نے جوش مارا، محبت مادری نے بے ہوش کر دیا۔ جب بے تابی کی وجہ سے گھبراتے تھے تو یہ جملہ

زبان پر لاتے تھے کہ مخدومۂ عالم نے ہماری بیماری کی خبر سن کر جان دے دیں لیکن مجھے خبر بھی نہ کیں۔ اب ہر دم میرا ناز کون اٹھائے گا؟ میرے سینے پر دست شفقت کون پھیرے گا۔ ایسے درد بھرے کلام فرماتے تھے کہ سننے والوں کے دل پھٹے جاتے تھے۔

جاسوس پکڑے گئے

مرأۃ مسعودی میں تحریر ہے کہ جب سالار ساہو ستر کھ میں تشریف لائے تو اس کے چند ہی روز کے بعد ملک فیروز شاہ جو سرکار غازی کی فوج کے ایک ہوشیار سردار تھے۔ انھوں نے دریائے سرجو پر نگرانی کے لئے چند آدمیوں کو مقرر کر رکھا تھا۔ اسی اثناء میں کٹرہ کا راجہ دیو نرائن اور مانک پور کا راجہ بھوج پتر نے بہرائچ اور اطراف کے تمام والیان ریاست کو ایک پیغام بھیجا جس کو لے جاتے ہوئے تین جاسوس خط کے ساتھ پکڑے گئے۔ دو تو وہی جادوگر جو کٹرہ اور مانک پور کے راجہ کی طرف سے زین ولگام پر سحر لائے تھے اور تیسرا وہی حجام جس نے قتل کا بیڑا اٹھا کر زہر میں بجھی ہوئی نحرنی بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ حضرت سالار ساہو نے حکم دیا کہ ان تینوں کو پھانسی دے دی جائے۔ لیکن حضرت سالار مسعود نے فرمایا کہ ان تینوں کو قتل کرنے سے کیا فائدہ؟ چھوڑ دیجئے۔ حضرت سالار ساہو نے فرمایا کہ ان دونوں برہمنوں کو تو میں اپنے فرزند عزیز کی وجہ سے رہا کرتا ہوں مگر اس حجام کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ سالار ساہو کے حکم سے حجام کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

اس کے بعد ان جاسوسوں سے برآمد کیا گیا خط پڑھا گیا۔ حاکم مانک پور نے اس طرح کا مضمون لکھا تھا کہ ہم لوگ اس طرف سے حملہ آور ہوتے ہیں اور بہرائچ کے راجہ کی ہمراہی میں تم لوگ دوسری طرف سے حملہ کرو تو فتح جلد ہو جائے گی۔

کیوں کہ مسلمانوں نے ہمیں تنگ کر رکھا ہے۔ سالار ساہو کو بہت غصہ آیا اور اسی وقت دو مخبر راجگان کٹرہ و مانک پور کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے بھیج دیا۔ مخبروں نے آکر اطلاع دی کہ دونوں راجا اس وقت ہماری طرف سے بالکل بے فکر ہو کر لڑکے اور لڑکی کی شادی میں مصروف ہیں۔ جنگ کا خیال نہیں ہے۔ یہ سن کر سالار ساہو راتوں رات ایک بھاری فوج لے کر دشمن کی طرف چل پڑے۔

کٹرہ اور مانک پور کی فتح

بالآخر جب قریب پہونچے تو حضرت سالار ساہو نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصے نے کٹرہ کا اور دوسرے حصے نے مانک پور کا محاصرہ کر لیا اور خوب گھمسان کا معرکہ ہوا۔ مسلمانوں کی ہمت و دلیری کی وجہ سے دشمن جلد ہی شکست کھا کر بھاگ گئے اور بے شمار مارے بھی گئے اور دونوں حکمراں گرفتار کر لئے گئے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر ہیڈ کوارٹر ستر کھ بھیج دیا گیا۔ بقیہ قیدیوں کو بہرائچ بھیج کر سالار سیف الدین کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر حضرت سالار ساہو نے کٹرہ و مانک پور پر قبضہ کر کے ملک عبداللہ کو کٹرہ کا حاکم بنایا اور ملک قطب حیدر کو مانک پور دے کر خود ستر کھ میں آگئے۔ خدا کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا۔

اس معرکے میں مخالفین کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ ابھی تک جنگ کی نوعیت ریاستی بچاؤ کی تھی۔ مگر اب اس کو ہندو راجاؤں نے مذہبی رنگ دے دیا اور تمام رجواڑے گرفتار ہونے والوں کی مدد کے لئے جمع ہونے لگے۔ متفق ہو کر بہرائچ کا محاصرہ کر لیا اور سالار سیف الدین کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

حضرت غازی مسعود کی بہرائچ میں آمد

اسی رات بہرائچ سے سالار سیف الدین کا خط آیا کہ دشمنوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ آپ جلد مدد کے لئے تشریف لائیے۔ سالار مسعود اپنے والد سے اجازت لے کر مقابلے پر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ انھوں نے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ تو میری جان ہے۔ تمہارا بوڑھا باپ اس دنیا میں اب چند دنوں کا مہمان ہے۔ اس لئے جدائی گوارا نہ کرو اور میرے قلب و جگر کو پارہ نہ کرو۔ سالار مسعود اپنے والد ماجد کی درد بھری باتیں سن کر تڑپ اٹھے، آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ جب تھوڑا سنبھلے تو آپ نے عرض کیا کہ بابا جان ابھی فی الحال جانے کی اجازت دے دیجئے اور معرکہ سر کر کے بہت جلد آپ کے پاس چلا آؤں گا۔ حالانکہ غیب کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے کہ ہمارا یہی آخری دیدار ہے اور یہی مشیت ایزدی ہے۔ باپ کے گلے لگے، مشفق باپ نے مقدس بیٹے کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اشکبار آنکھوں سے الوداع کہا۔

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ ستر کھ سے ایک بڑی فوج لے کر بہرائچ کی طرف روانہ ہوئے اور ستائیس رمضان ۴۲۳ھ میں آپ بہرائچ تشریف لائے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال دو ماہ کی تھی۔

بوئے اخلاص

بہرائچ میں آپ کے پہونچنے کی خبر پا کر مخالفین بہت گھبرائے اور اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے۔ اس طرح عارضی طور پر جنگ کے بادل چھٹ گئے۔ سرکار غازی کو شکار کھیلنے کا بے حد شوق تھا اور جنگلی علاقہ ہونے کی وجہ سے بہرائچ

میں شکاروں کی کمی نہ تھی۔ موجودہ درگاہ شریف کے پاس ایک مہوے کا درخت تھا جس کے نیچے آپ اکثر آرام فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ اس زمین سے اخلاص کی خوشبو آتی ہے۔

سورج کنڈ

انارکلی تالاب کے کنارے ایک بت رکھا ہوا تھا۔ آفتاب کی تصویر پتھر پر بنی ہوئی تھی جس کا نام تاریخ کے صفحات پر ''بالارک'' ملتا ہے۔ سورج کنڈ ہونے کی وجہ سے اس کو تمام مذہبی طبقوں میں بالادستی حاصل تھی۔ جس دن سورج گہن لگنے والا ہوتا تو پورے ہندوستان کے ہندو سردار، راجے مہاراجے، مہنت اور سادھو، سارے عوام و خواص، مرد اور عورتیں بڑے بڑے زنار باندھ کر صبح سے شام تک اس سورج کنڈ کی پرستش کرتے تھے۔ اتوار کے دن بڑا اژدہام ہوتا تھا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے احباب نے چاہا کہ سورج کنڈ کو ختم کر دیا جائے تا کہ یہ رسم بد ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے مگر حضرت نے انھیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ جب ہم یہاں اسلام جاری کریں گے تو ان شاء اللہ سب لوگ ہماری ہی اطاعت کریں گے۔

حضرت سالار ساہو رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

جب حضرت سالار مسعود غازی اپنے والد ماجد سے جدا ہو کر بہرائچ آئے تو دوسرے مہینے کی بات ہے کہ آپ کے والد سالار ساہو کو مفارقت فرزند نے ایسا ستایا کہ پندرہ شوال کو روتے روتے دردسر ہو گیا۔ لوگوں کو وصیت فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے سترکھ میں دفن کرنا۔ چنانچہ ۲۵؍ شوال المکرّم ۴۲۳ھ

مطابق ۱۰۳۲ء کو دردسر کی وجہ سے اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ عبدالملک فیروز کا قاصد بہرائچ آیا۔ سالار ساہو کے وفات کی خبر سنایا۔ پہلے تو معظم خاں و شرف الملک و نظام الملک و ظہر الملک و عین الملک وغیرہ نے مصلحتاً چھپا لیا پھر باہم یکجا ہو کر اس حادثۂ عظیمہ کی خبر سالار مسعود کو سنایا۔ والدِ ماجد کے وفات کی خبر سن کر آپ کی گریہ وزاری اور لشکر کی بے قراری لکھنے سے قلم کے جگر میں شگاف ہے۔ صریر خامہ میں صدائے آہ صاف ہے۔ ایک حشر بپا تھا۔ حضرت بار بار فرماتے تھے کہ خواجہ احمد کی شرارت سے ہم جلاوطن ہو کر گرفتار رنج و غم ہوئے۔ کاہیلر میں والدہ ماجدہ نے رحلت فرمائی اور والد محترم کو سترکھ کی زمین پسند آئی۔ ہم کو نرغۂ اشرار میں، اس دشت پرخار میں چھوڑ کر خود دنیا سے منہ موڑ گئے۔ اے کاش! اس وقت میں غزنی میں اپنے عزیز و اقارب کے پاس ہوتا تو اپنی یتیمی پر آنسو نہ بہاتا۔ اب مصیبتوں میں کون میری دلداری کرے گا۔ میرے سر پر دست شفقت کون پھیرے گا۔ اب ابوجان کہہ کر کس سے کلام کروں گا۔ سترکھ میں جا کر کس سے سلام کروں گا۔

غرضیکہ دس روز تک یہی کیفیت رہی۔ گیارہویں دن ارکان دولت نے سمجھایا کہ خدا کی رضا پر راضی ہو کر صبر فرمایئے اور انتظام ملک میں دل بہلایئے۔ اس عرصے میں آپ کے درِ دولت پر مجمع عام ہوا اور بہت سے لوگ اکٹھا ہو گئے۔ حضرت ایک بلند ممبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے سردار حضرت سالار ساہو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اب تم کو اختیار ہے کہ جس کو اس لائق پاؤ اس کو اپنا سردار بنا لو۔ مجھ کو ایک گوشۂ تنہائی کافی ہے۔ ریاست سے بیزار ہوں۔ صرف محبت خدا و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کا طلبگار ہوں۔ اس لئے میری التجا قبول کر لو۔ یہ کہہ کر زار و زار رونے لگے۔ سب لوگوں

نے دس بستہ عرض کیا کہ آپ ہی ہمارے سردار رہیں گے۔ہم بھلا ایسا عادل، خدا دوست اور کسی کو کہاں پائیں گے۔مجبوراً آپ نے اس منصب جلیلہ کو قبول فرمایا اور اسی وقت عبدالملک فیروز کو ستر کھ کا حاکم بنا کر روانہ فرمایا۔ پھر تمام امراء کے نام فرمان صادر ہوئے اور خود بہرائچ کا انتظام سنبھالا۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہم جیسے ہی ہندوستان میں آئے ہزاروں مشقتیں برداشت کرنی پڑیں اور بہرائچ میں اگرچہ جنگل و ویرانہ ہے، زاغ و بوم کا آشیانہ ہے۔مگر طبیعت بہل جاتی ہے کیوں کہ اس سرزمین سے بوئے محبت آتی ہے۔حاضرین خلاصہ سمجھ گئے کہ اسی جگہ آپ کی آخری آرام گاہ بنے گی۔

شہادت کا خواب

القصہ اسی طرح تین مہینے گزر گئے۔ جب محرم کا مہینہ آیا تو آپ نے آغاز سال کا جشن ترتیب دیا۔ ارکان دولت کو خلعت محتاجوں کو زر ونقد تقسیم کیا اور خود وضو کر کے حجرے میں تشریف لے گئے۔عبادت الٰہی میں سر جھکائے پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی۔تھوڑی دیر کے لئے جائے نماز ہی پر سو گئے تو خواب میں ایک حسین منظر دیکھا کہ حضرت سالار ساہو دریائے گنگا کے کنارے لشکر کے ساتھ موجود ہیں۔شادی کی دھوم دھام ہے اور آپ کی والدہ حضرت ستر معلٰی کے ہاتھوں میں پھولوں کا ہار ہے اور لخت جگر مسعود کے آنے کا انتظار ہے۔آپ کی والدہ اپنے فرزند ارجمند کو دیکھ کر سینے سے لگا لیتی ہیں اور پھولوں کا ہار آپ کے گلے میں ڈال دیتی ہیں اور فرماتی ہیں بیٹا تیری شادی کا سب کچھ سامان تیار ہے۔صرف تمہارے آنے کا انتظار ہے۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔خواب سے بیدار ہوئے، وضو کر کے نماز سے فارغ ہو کر فقراء و علماء کو خواب سنایا۔ جواب ملا جس کو ایسا

خواب نظر آئے ان شاءاللہ وہ جلد رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوگا۔یہ سن کر آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے۔سب رنج وملال دور ہو گئے۔فرمایا یقیناً اللہ کا فضل عظیم شامل حال ہے کہ اب معبود حقیقی سے وصال کا وقت قریب آچکا ہے۔ پروردگار عالم ہم کو اور ہمارے سب دوستوں کو اس مرتبۂ شہادت سے سرفراز فرمائے اور میراث اسداللہ الغالب علی بن ابی طالب سے نوازے۔

سالار مسعود کا ۲۱/ تاجداران ہند سے معرکہ آرائی

مذکورہ بالا خواب دیکھنے کے بعد دوسرے ہی دن بہرائچ اور اطراف و جوانب کے راجاؤں کی طرف سے ایک ایلچی آپ کی خدمت میں آیا اور ایک خط لایا۔ ملک حیدر نے اسے آپ کی خدمت میں حاضر کر کے لایا ہوا خط پیش کر دیا جس میں اس طرح کا مضمون تھا کہ تم اس ولایت میں چڑھ کر تو چلے آئے مگر تیغ ہندی کا لوہا نہ پہچانا۔ للہ اپنی فوج پر رحم کرو اور اس ولایت سے سیدھے نکل جاؤ۔ بھلائی اسی میں ہے۔حضرت نے فوج کی تعداد کے بارے میں پوچھا تو اس نے اکیس راجاؤں کے نام بتائے:

(۱) رائے رائب (۲) رائے صائب (۳) ارجن (۴) بھکن (۵) گنگ (۶) کلیان (۷) مکرد (۸) شنکر (۹) کرن (۱۰) بیربل (۱۱) اجے پال (۱۲) سری پال (۱۳) ہری پال (۱۴) ہرکھود (۱۵) ہرکرن (۱۶) نرہر (۱۷) رجو (۱۸) ہاری (۱۹) نرائن (۲۰) دلو (۲۱) نرسنگھ

یہ سب کئی لاکھ سوار و پیادہ سے جنگ پر آمادہ ہو گئے ہیں۔حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ اس خط کا جواب دینے کے بجائے ملک نیک عادل کو مع سات سواروں کے اس ایلچی کے ساتھ رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس خط کا

جواب وہیں جا کر دیں گے۔ملک نیک عادل نے ہر راجہ سے ملاقات کی اور کہا کہ حضرت سالار مسعود چند دن اس ملک میں رہ کر سیر وشکار میں دل بہلا کر واپس چلے جائیں گے۔بہتر ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک معاہدہ ہو جائے۔ہم سب مل کر اس ملک کو آباد کریں گے اور رعایا کو شاد کریں گے۔ان کمینوں نے متکبرانہ انداز میں جواب دیا کہ جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان ایک جنگ نہ ہو جائے گی ہمیں چین نہیں مل سکتا۔

رائے کرن نے کہا کہ تمہارے حق میں یہاں سے چلے جانا بہتر ہے ورنہ آمادۂ جنگ ہمارا لشکر ہے۔اور رائے کلیان جو سب سے زیادہ ہوشیار تھا اس نے کہا کہ سوچ سمجھ کر جواب دو۔سالار مسعود ہم سے ڈر کر پیغام صلح نہیں دے رہے ہیں بلکہ ان کو فقط ہمارا آزمانا منظور ہے ورنہ ہمارے نزدیک ان کی طرف سے پیغام صلح دور ہے۔اگر وہ راضی ہیں تو ان سے صلح کرلو۔ہر چند رائے کلیان نے سمجھایا مگر کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔

ملک نیک دل ان کے بے ڈھنگ تیور اور تلخ جواب پا کر اپنے لشکر میں واپس آ گئے اور سالار مسعود کو پورا ماجرا سنایا کہ یہ سب اکیس راجے کئی لاکھ سواروں اور پیادوں کے دریائے کھتلہ کے کنارے جنگل میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تم بلا شرط چلے جاؤ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔

اللہ کے شیر کے سامنے ان کے اس مغرورانہ جواب کی کیا اہمیت تھی۔آپ نے دشمنوں کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر نماز مغرب پڑھ کر لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا۔اور راتوں رات چل کر صبح دشمنوں کے سر پر پہونچ گئے اور فوجیں درست کیں۔سالار سیف الدین سرخرو کو ہراول اور امیر نصر اللہ و سالار رجب و نصیر الدین اور بہاء الدین اور امیر خضر کو مقدمۃ الجیش بنایا اور دوسرے امیروں کو عقب، میمنہ اور میسرہ

میں مقرر کر کے خود قلب لشکر میں آ کر آگے بڑھے اور جنگ چھڑ گئی۔سالار سیف الدین کے ہراول دستے سے لشکر کا بہت سخت مقابلہ رہا۔بالآخر سالار رجب وامیر اللہ اور امیر خضر میمنہ سے گھوڑے بڑھائے اور امیر احمد وامیر محمد بلخی وامیر فتح الدین وملک فیروز وملک یعقوب وغیرہ میسرہ سے حملہ آور ہوئے۔پھر تو گھمسان کی لڑائی ہوئی۔کشتوں کے پشتے لگ گئے۔لاکھوں ملیچھوں کو مار کے ہزاروں سر اتارے۔

تھوڑی دیر میں تقریباً پچاس ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔اسلام کے ان دلیروں نے ایک لاکھ افراد کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور ایسا جم کر مقابلہ کیا کہ ان راجاؤں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ہندو بھاگ کھڑے ہوئے۔مجاہدین اسلام نے دور دور تک تعاقب کر کے کافی مال غنیمت حاصل کیا۔اس جنگ میں پانچ راجے بھی زندہ گرفتار ہوئے۔جنگ ختم ہونے کے بعد ایک ہفتہ تک حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ نے اس جگہ قیام کیا اور شہدائے کرام کی تجہیز وتکفین کی۔

خوبصورت باغ

پھر بہرائچ کا رخ کیا۔چوں کہ ہوا بہت گرم تھی۔لُو چل رہی تھی۔اس لئے سورج کنڈ کے قریب ایک مہوے کے درخت کے نیچے آرام کی غرض سے ٹھہر گئے ۔وہاں بیٹھتے ہی آپ نے فرمایا کہ اس درخت کی چھائیں مجھے بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔لہٰذا حکم دیا کہ سورج کنڈ کے ارد گرد کے تمام پرانے درخت سوائے اس مہوے کے پیڑ کے جس کے نیچے میں بیٹھا ہوں سب کاٹ ڈالے جائیں اور ایک خوبصورت باغ لگایا جائے۔چنانچہ سالار رجب کو اس کام پر مقرر کر کے خود بہرائچ تشریف لے آئے۔سالار رجب نے لشکر کے بیلداروں کو بلایا اور کہا کہ سوائے اس درخت کے تمام جنگلی درخت، جھاڑی، جھنڈی کاٹ ڈالو اور زمین صاف کر

دو۔ چنانچہ بیلداروں نے تین چار روز میں تمام درختوں اور جنگلوں کو کاٹ کر تالاب کے ارد گرد تقریباً پانچ سو بیگھ زمین برابر کردی۔ پھر حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی۔ آپ نے خود ہی تشریف لا کر ملاحظہ کیا اور فرمایا کہ کچھ ایسے آدمیوں کو مقرر کردو جو ہر قسم کے پودے باغ کے لئے مہیا کریں۔ چنانچہ بیلا، چمیلی، گلاب، کیوڑا، سیوتی، کیتکی، سورج مکھی، تلسی وغیرہ ہر قسم کے پودے جمع کئے گئے اور ایک خوبصورت باغ تیار کیا گیا۔ نیز اسی مہوے کے درخت کے نیچے آپ کے بیٹھنے کے لئے ایک بڑا چبوترہ بنایا گیا۔ پھر اس کے بعد آپ بہرائچ چلے گئے۔

دریائے کتھلہ پر دوسری جنگ عظیم

ابھی دو مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ کوہستان و ہند کے تمام راجاؤں نے مل کر بے شمار فوج اکٹھا کر کے دریائے کتھلہ کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے اور پہلے سے کہیں زیادہ جوش وخروش اور تیاری کے ساتھ جمع ہوئے۔ بہر دیو اور سہر دیو ان راجاؤں میں ایک اونچی حیثیت کے مالک تھے اور انھیں فوجی طاقت میں استحکام حاصل تھا۔ سہر دیو نے اس جنگ میں رائے یہ دی کہ میدان جنگ میں لوہے کی زہریلی کیلیں بچھادی جائیں تاکہ مسلمانوں کے گھوڑے زخمی ہوکر زمین پر گریں۔ اور کیل کی نوک اگر کسی انسان کے جسم پر چبھ جائیں تو وہ جانبر نہ ہوسکے۔ اس کے علاوہ وہ بارودی گولے تیار کئے جائیں جس میں آگ لگا کر پھینکنے سے خوفناک انداز میں آگ لگ جائے۔ یہ سارا انتظام مکمل ہونے کے بعد ان دشمنوں نے ایک آدمی حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو دریائے سرجو کے اس پار چلے

جاؤ۔ یہ ملک ہمارے باپ داداؤں کا ہے۔ یہاں تمہارے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ بہت سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ جاؤ کہہ دو کہ ہمارے قدم اب تک خدا کے فضل وکرم سے پیچھے نہیں ہٹے ہیں اور نہ ہی ان شاء اللہ پیچھے ہٹیں گے۔

ایلچی نے واپس آکر اپنے راجاؤں کو یہ بیان دیا۔ دوسرے دن حملہ کی تیاری ہورہی تھی کہ اسی وقت خبر ملی کہ دشمنان خدا ہمارے لشکر کے مویشی کھول لے گئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سرکار غازی نے جنگ کا نقارہ بجانے کا حکم دیا اور خود بھی مسلح ہوکر گھوڑوں پر سوار ہوکر اپنی فوج کے سامنے آئے۔ فوج کی صفوں کو درست کرنے کے بعد فوراً دشمنوں کی فوج پر چڑھائی کردی۔ تھوڑی دیر میں دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ پہلے ہی حملے میں دشمن بیچ سے میدان خالی کر کے پیچھے ہٹنے لگے۔ اور مسلمان پوری دلیری کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ انہیں کیا معلوم کہ گھوڑوں کے پیر زہریلی کیلوں سے چھلنی ہورہے ہیں۔ کسی پریشانی کا خیال کئے بغیر مسلمان آگے بڑھتے ہی گئے۔ جنگ دست بدست ہونے لگی تو ہندوؤں کے پچھلے حصے نے آتشی گولوں کا استعمال کرنا شروع کردیا جس سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ لیکن اسد اللہ الغالب کے نور نظر نے اپنی شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمنوں کو کھیرے اور ککڑی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

راجپوت ان تمام کوششوں کے بعد بھی جم نہ سکے اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ان راجاؤں کی راجپوتانہ بہادری کے سارے کارنامے دریائے کتھلہ کے کنارے دفن ہوگئے۔ نصرتِ الٰہی نے فتح مبین کا مژدہ سنایا۔ جنگ ختم ہوئی تو حضرت نے لشکر کے شمار کرنے کا حکم دیا۔ شمار کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ تین لاکھ چار ہزار مسلمان شہید ہوگئے ہیں۔ یعنی فوج کا ایک حصہ شہید ہوگیا ہے اور دو حصہ

باقی ہے۔آپ نے تین روز قیام کر کے شہداء کی تجہیز وتکفین فرمائی پھر چوتھے روز بہرائچ واپس تشریف لائے۔

چوں کہ اب تک بہت سے مصاحبین اور پرانے کئی ساتھی جنگوں میں شہید ہو چکے تھے۔اس لئے ان کی جدائی کا غم بہت رہا کرتا تھا۔اور دل بہلانے کے لئے اکثر سوار ہوکر باغ کی سیر کرنے کے لئے چلے جاتے تھے۔ وہاں اپنے سامنے پودے لگواتے۔کبھی کبھی اسی چبوترے پر جو سورج کنڈ کے کنارے تھا بیٹھ جاتے تھے۔ہنود اسی طرف سے تالاب پر آتے تھے اور بت پر ہار پھول چڑھا کر اس کی پوجا کرتے تھے۔ جب آپ کی نظر اس منظر پر پڑتی تھی تو آپ کو ناگواری ہوتی تھی۔ ملک رجب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضور نے یہاں باغ لگوایا ہے اور اکثر سیر وتفریح کے لئے یہاں تشریف لاتے ہیں اور اکثر یہاں پر نماز بھی پڑھتے ہیں، اگر حکم ہو تو اس بت کو توڑ ڈالوں۔اس کا رگ وریشہ نکال ڈالوں۔آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ ایک رازِ خداوندی ہے جو تمہاری فہم وفراست سے بالاتر ہے۔ چند روز میں یہ ظلمت خود بخود دور ہو جائے گی اور حکم خدا سے یہ زمین پر نور بن جائے گی۔مشیتِ ایزدی پر اپنی نظر ہے مگر جب بوئے شرک آتی ہے تو طبیعت گھبرا جاتی ہے۔

اتنا کہہ کر حالت وجد میں آ گئے، چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ملک رجب یہ دیکھ کر گھبرا گئے۔خوف ودہشت سے تھرا گئے۔ دست بستہ عرض کیا کہ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق گذارش کی تھی۔حق وہی ہے جسے آپ کی نگاہِ کرم دیکھ رہی ہے۔ میں معافی کا طلبگار ہوں اور بہت شرمسار ہوں۔

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ دو گھڑی کے بعد اصلی حالت پر آئے۔اس کے بعد آپ واپس بہرائچ تشریف لائے۔ دو چار مہینے عالم شہود اور

وحدت وجود کی منزل کے مزے لینے میں گزر گئے۔ہمت وشجاعت وفہم وفراست، جود وسخاوت میں طاق تھے۔حسنِ یوسفی، خلق محمدی، ولایت حیدری، کمالات عرفانی میں شہرۂ آفاق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے بعد کسی دوسرے کو ایسا مجموعۂ صفات نہیں پیدا فرمایا۔کسی ولی اللہ کو ایسا رتبہ عطا نہیں ہوا۔

آخری فیصلہ کن معرکہ

ادھر ہندوؤں کے مذہبی لیڈروں نے پورے ملک میں دھرم رکشا کے نام پر لوگوں کو ابھارا۔ دور دراز کے راجاؤں نے آزمودہ کار سپاہیوں کی کمک روانہ کی۔ راجاؤں نے اعلان کر دیا کہ ہر دس بھائیوں میں نو بھائی کو میدان جنگ میں جانا ضروری ہے۔ بڑے بڑے جٹا دھاری سادھوں، سنتوں اور پنڈتوں نے سورج دیوتا کے نام پر پورے شمالی ہند میں آگ لگا دی۔ ہر چہار جانب سے سیلاب کی طرح امنڈتا ہوا لشکر بہرائچ چلا آ رہا تھا۔ ہمالیہ کے دامن سے لے کر دریائے گھاگھرا تک ٹڈی دل فوج لگ گئی۔

جب اس کی اطلاع حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے تمام اراکین دولت کو پیادہ سے سوار تک، چھوٹے سے بڑے تک سب کو دیوان عام میں بلا کر ارشاد فرمایا، دوستو! آپ سب نے آج تک وطن سے لے کر یہاں تک ہمارا ساتھ دیا ہے۔ میں آپ سب کا بہت احسان مند ہوں۔اب وقت آخر آپ سے میری یہ التجا ہے کہ جس کو میں نے ستایا ہو یا میری ذات سے اگر کسی کو تکلیف پہونچی ہو تو مجھے خدا کے واسطے دل سے معاف کر دے۔اب تک جتنی بھی سخت مہم پیش آئی ہے، خدا کے فضل سے ہم نے فتح حاصل کیا ہے۔لیکن اب تمام امرائے ہنود اکٹھا ہو گئے ہیں۔ان کا لشکر بے انتہا ہے اور ہمارا لشکر بہت مختصر

ہے۔مگر ہم تو اپنے آباء واجداد کا طریقہ نہ چھوڑیں گے۔ جنگ سے کبھی بھی منہ نہ موڑیں گے۔ میری طرف سے آپ سب کو اجازت ہے کہ جس قدر مال وزر کی ضروت ہو خزانے سے لے لو اور اپنی اپنی جانیں بچا کر گھر جانے کی تیاریاں کرلو۔ البتہ جو ہماری طرح بے گھر بار ہو اور شہادت کا طلبگار ہو اور محبت الٰہی کا جوش اس کے سینے میں موجزن ہو اسے اختیار ہے؛ چاہے گھر چلا جائے یا ہمارے ساتھ شہید راہ وفا ہو جائے۔ اتنا کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔اس وقت سالار مسعود کی گریہ وزاری، لشکر کی بے قراری اور اراکین کی بے تابی سے ایک حشر بپا تھا۔عجیب تلاطم مچا تھا۔سبھی نے مل کر جواب دیا: اے مملکت حق وصداقت کے شہر یار! اب ہم آپ کو چھوڑ کر کہاں جائیں گے۔آپ کے سوا ہمارا اس دنیا میں ہے کون جس کے لئے زندہ رہنا ہے۔ اے مولائے کائنات علی مرتضیٰ کے فرزند ارجمند ہمیں اپنے قدموں پر نثار ہونے کا موقع دیں۔ ہماری سب سے بڑی خوش قسمتی یہی ہوگی کہ آپ ہمیں خود قربان ہوتا ہوا دیکھیں اور ہماری جانثاری کو ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا اگر تم سب کی یہی رضا ہے تو پھر دیر کس بات کی۔ کمر ہمت کس لو اور میدان کارزار میں نکل پڑو۔ اتنا کہنے کے بعد آپ نے اپنے ہاتھوں کو دعا کے بلند کیا اور عرض کیا مولیٰ تعالیٰ تو ہم سب کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ اور دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت عطا فرما۔

دعا سے فراغت کے بعد حضرت نے تمام نقد وجنس فوج میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ پھر چند ہزار پیادے اور سوار کو بطور مقدمۃ الجیش دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے بہرائچ سے دو کوس آگے روانہ فرما دیا۔اور خود خلوت سرا میں تشریف لائے۔ اسی وقت سے کھانا پینا چھوڑ کر عطر و پان بکثرت استعمال کرنے لگے۔ ہر وقت شوق شہادت میں دل انگڑائیاں لیتا رہا۔

ع وعدۂ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

۱۳؍رجب المرجب ۴۲۴ھ بروز سنیچر صبح کاذب کے اندھیرے میں کفار نے سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے مقدمۃ الجیش پر حملہ کر دیا۔ غازیان اسلام نے بھی خوب جم کر مقابلہ کیا۔ جب حضرت کو اس بات کی اطلاع ملی تو فوراً کوچ کے نقارے پر چوب لگائی۔ امیران نامدار کو بلا کر سالار سیف الدین کو حکم دیا کہ تم چوکی دستے کی مدد کرو، ہم بھی آرہے ہیں۔ پھر آپ نے غسل فرما کر لباس شاہانہ زیب تن کیا، عطر لگایا۔ اور شمشیر وخنجر حیدری زیب کمر کیا اور تاج شاہی سر پر رکھا۔ گھوڑے کو بھی تمام زیورات سے سجا کر دولہا بنایا اور نماز ادا فرما کر شہادت کی دعا کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ تمام فوج کو جس کی تعداد تین لاکھ تیس ہزار تھی؛ مقدمہ، میمنہ، میسرہ، قلب وعقب میں ترتیب دے کر کوچ فرمایا۔ سورج کنڈ کے پاس جو ایک مہوے کا درخت تھا، جس کے نیچے عالم خواب میں اپنا جائے مدفن دیکھا تھا وہیں پر آ کر آرام کیا۔ اسلامی لشکر جاتے ہی دشمنوں پر ٹوٹ پڑا۔ دشمن تیر اندازوں نے تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا اور برچھیاں چمکانے لگے۔

ادھر غازیان اسلام نے بھی نعرۂ تکبیر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے یکبارگی ٹوٹ پڑے۔ خوب دلیری اور دل کھول کر لڑے۔ جس پر بھی تلوار کا ایک وار کرتے وہ شعلۂ شمشیر سے جل کر فنا فی النار ہو جاتا۔ جو بھی شمشیر آبدار کے قبضے میں آیا وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔ وہ بڑے بڑے مہنت جو ناقوس وگھنٹہ بجا کر ہر وقت پرستش میں سر پٹکتے تھے، لات ومنات پر جان ودل سے فدا تھے اور اپنی بہادری میں شہرۂ آفاق تھے، بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے تھے مگر ایک ہی آن کے بعد ان کے جسم غازیان اسلام کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے اور پیادوں کی لاتوں سے حلوہ

بن چکے تھے۔

غرضیکہ صبح سے شام تک ایک حشر بپا تھا، موت کا بازار کھلا تھا، دوزخ و بہشت کی خریداری ہو رہی تھی۔ حدودِ نیپال سے پہاڑوں کے نیچے دریائے گھاگھرا تک دشمنوں کی فوج کا پڑاؤ تھا۔ دونوں طرف سے لاکھوں آدمی مارے جا چکے تھے مگر جب جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ ۱۳ر رجب ۴۲۴ھ کا سورج شہدائے اسلام کو آخری سلام کر کے غروب ہو گیا۔ اب چودہ رجب کی شب ہے۔ مجاہدین عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے ہیں۔ خیمۂ غازی میں بندگی کا سجدہ ادا ہونے لگا۔ قربان جاؤں اس سجدے پر جو دشمنوں کے نرغے میں ادا کئے گئے۔ رات عبادت الٰہی میں ختم ہو گئی۔ مؤذن نے صبح کی اذان دی۔ مجاہدین اسلام ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کئے اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ابھی نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ دشمنوں کی مزید فوج آ گئی اور نقارۂ جنگ بجا دیا۔ اعلان جنگ ہوتے ہی بہادر سپاہی بے تحاشہ لڑائی کی آگ میں کود پڑے اور اپنی جان راہ خدا میں قربان کرنے لگے۔ بہت سے بڑے بڑے امیر اور بے شمار ترک فوجی اسی طرح شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ صبح سے ظہر تک لشکر اسلام کے پیادہ و سوار دو حصہ راہِ خدا میں قربان ہو گئے، صرف ایک حصہ بچے۔

حضرت جب کسی کے شہادت کی خبر پاتے تھے تو رو کر فرماتے تھے کہ شکر ہے کہ اس کی عاقبت بخیر ہوئی۔ لیکن سالار سیف الدین، امیر نصر اللہ اور امیر رجب وغیرہ کے شہادت کی جب خبر ملی تو آپ کے چہرۂ مبارک پر اداسی کے آثار نمایاں ہو گئے فراق احباب سے گھبرا گئے اور رو کر فرمانے لگے کہ افسوس ہمارے ساتھی ایک ایک کر کے دنیا سے منھ موڑ گئے، ہم کو اس دشت وجبل میں یکا و تنہا چھوڑ گئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جس طرح سے بھی ہو سالار سیف الدین اور ان کے تمام ساتھیوں کو

دفن کرو۔ خادموں نے حسب حکم کسی نہ کسی طرح دفن کر کے عرض کیا کہ حضور دشمن بہت غالب آ چکے ہیں اور ہماری فوج کے جیالوں کو ختم کر چکے ہیں۔ ایسی حالت میں کہئے تو ہم لوگ جنگ کریں یا دیگر شہیدوں کو دفن کریں، وقت بہت نازک ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شہدائے کرام کو سورج کنڈ میں ڈال دو، ان کی شہادت کی برکت سے سورج کنڈ کے کفر کی ظلمت دور ہو جائے گی۔ اور مابقیہ شہدائے اسلام کو غاروں اور کنوؤں میں ڈال کر پاٹ دو تا کہ کفار انھیں اپنا ناپاک ہاتھ نہ لگانے پائیں۔ آپ کے ساتھیوں نے ویسا ہی کیا۔ تمام غاروں، کنوؤں اور سورج کنڈ کو شہدائے کرام کی لاشوں سے پاٹ دیا۔ پھر حضرت جوش محبت سے بے قرار ہو گئے اور ہر ایک کو یاد کر کے اشکبار ہو گئے۔

اس کے بعد آپ گھوڑے سے نیچے اترے اور تازہ وضو کر کے نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مدفن شہدائے کرام پر آئے، نماز جنازہ پڑھ کر دعائے مغفرت کی۔

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت مسعود غازی رضی اللہ عنہ سورۂ فتح پڑھ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور مابقیہ غازیان اسلام بھی آپ کے ساتھ چلے۔ ایک شخص جس کا نام سکندر دیوانہ تھا جو فہم و فراست میں فرزانہ تھا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کے سلسلے میں مرید تھا اور ایک کتا بھی تھا جو ہمیشہ ساتھ رہتا تھا یہ دونوں بھی آگے پیچھے حضرت کے ساتھ ہو لئے۔

رزمگاہ میں پہونچتے ہی غازیوں نے تلواریں میانوں سے نکال لیں اور برچھیوں کو سنبھالتے ہوئے آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ آج ہم تلوار کا وہ وار کریں گے کہ دم میں کفار کو فنا فی النار کر کے رکھ دیں گے۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ

دور سے گرد اٹھی، حضرت سالار مسعود نمودار ہوئے، آن کی آن میں پہونچ گئے۔ سبھی نے ایک دوسرے کو خبر دی کہ ہوشیار ہو جاؤ کہ آج شیر خدا کے شیر نے خود جہاد کا قصد فرمایا ہے۔ بپھرا ہوا شیر میدان میں نکل پڑا ہے۔ آج معرکہ عظیم ہوگا۔

غرضیکہ پہونچتے ہی فوج نے حملہ کر دیا، تلواریں چمکنے لگیں، خون کے فوارے ابلنے لگے، زمین کانپ رہی تھی، آسماں لرز رہا تھا، میدان دہل رہا تھا، فضا کا سینہ دھڑک رہا تھا، مسلمانوں میں غضب کا جوش و خروش تھا۔ مجاہدین اسلام نے کمانیں، ڈھالیں اور تلواریں ہاتھوں میں لے رکھی تھیں۔ ان کے حملے کی شان سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ سب ہندوؤں کو ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ ظالموں نے بڑی شدت سے حملہ کیا تھا مگر سامنے تو عزم و یقین کی چٹان تھی، طاقت و جرأت کا پہاڑ تھا۔ غیرت و ایمان کی شیشہ پلائی ہوئی دیوار تھی۔ حملہ آوروں کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ مقابلہ کس سے ہے۔ سالار مسعود کی برق شمشیر جس کے سر پر پڑتی تھی اس کے دو ٹکڑے کئے بغیر واپس نہ لوٹتی تھی۔ حیدر کا شیر کبھی نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت لگا کر رجز پڑھتا ہوا مجاہدانہ شان سے دشمنوں کی صفوں کو الٹ رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے بکریوں کی صفوں پر شیر نے چڑھائی کر دی ہو۔ سب اپنی اپنی جانیں بچانے کے لئے ایک دوسرے کے اوپر گر رہے تھے۔

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی یا قہر خداوندی! کشتوں کے پشتے لگا رہی تھی۔ جدھر پڑتی خون کی برسات ہوتی جاتی، گھوڑے زخمی ہو رہے تھے اور سوار ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ حیدر کا شیر پسینے میں شرابور ہے مگر قوت پروردگار کا وہ مظاہرہ کرتا ہے کہ حیدر کرار کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ دشمنوں کے سر بھی کٹ کٹ کر گر رہے ہیں اور ان کے ہتھیار بھی ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔ حضرت سالار مسعود حملے بھی کر رہے ہیں اور حملے روک بھی رہے ہیں۔ آپ پر بھی

تلوار برس رہی ہے اور تیر بھی برس رہے ہیں۔ برچھیاں بھی اٹھ رہی ہیں اور نیزے بھی چل رہے ہیں۔ جسم اقدس پر کئی زخم آ چکے ہیں مگر دشمنوں کے سامنے کسی کمزوری کا مظاہرہ نہ ہونے دیا اور کفار نا ہنجار کو تباہ کر دیا اور بتا دیا کہ:

ع مرد حق باطل کے آگے مات کھا سکتے نہیں
سر کٹا سکتے ہیں لیکن سر جھکا سکتے نہیں

تھوڑی ہی دیر میں کفار نے راہ فرار اختیار کیا۔ غازیوں نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ سالار مسعود کی جدھر بھی نگاہ جاتی تھی سوائے شہدائے کرام کی لاشوں کے اور کوئی شیء نظر نہیں آتی تھی۔

قصہ مختصر یہ کہ رائے شہر دیو اور بہر دیو نے بھاگ کر ایک بلند ٹیکرے پر دم لیا۔ پھر خندقوں کی آڑ سے باغ کی گرد جمع ہو گئے اور اس تھوڑی فوج پر جو باغ میں بچ گئی تھی اس پر تیر برسانا شروع کر دیا۔ اچانک ایک تیر رائے شہر دیو کی کمان سے سنسناتا ہوا نکلا اور حضرت سالار مسعود کی شہ رگ پر کارگر ہوا۔ اس تیر کا لگنا تھا گویا پورا جسم خون میں شرابور ہو گیا۔ سواری پر جسم کا توازن قائم نہ رہ سکا۔ غشی طاری ہونے لگی۔ قریب تھا کہ گھوڑے سے نیچے گر جاتے کہ فوراً آپ کے ایک عاشق سکندر دیوانہ نے آگے بڑھ کر گھوڑے سے اتار لیا اور اسی مہوے کے درخت کے نیچے لٹا دیا۔ سر اطہر اپنے زانو پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ چہرۂ مبارک قبلہ کی جانب کر کے بے قرار ہونے لگا۔ سرکار غازی نے اپنے اس دیوانے کی دل خراش سسکیاں سن کر آنکھیں کھول دیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مسکرا کر کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ فرما گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

۲۱/ رجب المرجب ۴۰۵ھ بروز اتوار صبح صادق کے وقت اجمیر شریف میں

پیدا ہوئے۔ اٹھارہ سال گیارہ مہینے چوبیس روز دنیا میں رہے اور انیسویں سال اول وقت عصر بروز اتوار ۱۴؍رجب المرجب ۴۲۴ھ کو بہرائچ میں جہاد کر کے جام شہادت نوش فرمایا۔ تاریخ شہادت اس آیت کریمہ سے نکلتی ہے جسے شاعر نے بڑے اچھے انداز میں پرو دیا:

ع حضرت مسعود غازی خسرو شہدائے ہند
بود ذات عالیش شرع نبی ﷺ را منتظم
یافت از حق چوں حیات سرمدی تاریخ سال
خود خدا فرمود بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۴۲۴ھ

شہادت کے بعد

سکندر دیوانہ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کو شہید ہوتا ہوا دیکھ کر دیوانہ ہو گیا۔ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گیا۔ ایک نعرۂ جگر سوز مار کر لشکریوں کو پکارا کہ یارو! قیامت آئی، حضرت نے شہادت پائی۔ یہ سن کر تمام لشکری رونے لگے۔ سب کی نگاہوں میں زمانہ تاریک ہو گیا۔ آخرش مابقیہ غازیان اسلام تلواریں کھینچ کر مقابلہ پر آئے۔ دل کھول کر لڑے، شام تک سب راہِ خدا میں شہید ہو گئے، کوئی بھی زندہ نہ رہا۔ سکندر دیوانہ نے بھی ہزاروں تیر کھایا مگر سر اقدس کو اپنے زانو سے نیچے نہ سرکایا، قدم مبارک پر گر کر اپنے مالک پر فدا ہو گیا۔ شہید ہو کر حق خدمت ادا کر گیا۔ گھوڑا بھی چند تیر کھا کر اپنے مالک پر قربان ہو گیا۔

جب رات کی تاریکی چھا گئی تو کفار باغ میں داخل ہوئے اور چاندنی رات میں سالار مسعود کی لاش کو تلاش کیا لیکن خدا نے ان کی آنکھوں میں ایسا پردہ ڈال

دیا کہ انھیں لاش مبارک نظر ہی نہیں آئی۔ سورج کنڈ کے باغ میں سوائے شہداء کی لاشوں کے کوئی بھی موجود نہ رہا۔ پھر کفار نے سوچا کہ یہاں تو مسلمانوں کا خون گرا ہے اس لئے ہمارا یہاں ٹھہرنا اچھا نہیں۔ ہم واپس اپنے لشکر میں جائیں گے زندہ و مردہ کا شمار کریں گے، صبح باغ میں آکر دیکھ لیں گے۔ یہ سوچ کر وہ سب اپنے مقام پر لوٹ آئے۔

تاریخ ہندی میں ہے کہ جسے چارج برہمن نے لکھا ہے کہ اسی شب آدھی رات کے وقت حضرت سید سالار مسعود نے شہر دیو سے خواب میں فرمایا کہ تو مجھ کو شہید کر کے چاہتا ہے کہ اب اس دنیا میں حکمرانی کرے، بہت مشکل ہے، تو بھی واصل جہنم ہوگا۔ وہ تو یہ خواب دیکھ کر گھبرا گیا، خوف و دہشت سے کانپنے لگا۔

باغ میں دو تین مسلمان زندہ بچ گئے تھے مگر وہ زخموں سے چور تھے۔ راتوں رات وہ گرتے پڑتے کسی طرح سید ابراہیم کے پاس آئے جنگ کی پوری روداد سناتے ہوئے بولے کہ حضرت بھی شہید ہو گئے ہیں۔ سید صاحب حضرت کے ہم عمر تھے، بڑے گہرے دوست تھے۔ گویا ایک جان دو پوست تھے۔ سلطان الشہدا نے جب جہاد کا ارادہ فرمایا تھا تو اسباب کی حفاظت کے واسطے بہرائچ میں آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ یہ حادثۂ عظیمہ سن کر بے ہوش ہو گئے۔ ایک ساعت کے بعد جب ہوش آیا تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ہم تو حضرت کے ساتھ یہاں آئے تھے، تم کو بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ وہ تو دنیا سے منہ موڑ گئے اور ہم کو تنہا چھوڑ گئے۔ اب ہم یہ صورت کسے دکھلائیں گے۔ ان شاء اللہ ہم بھی دشمنوں سے جہاد کر کے شہید ہو جائیں گے۔ جس کو مرنا ہو وہ ہمارے ساتھ آئے ورنہ چلا جائے۔ ہماری طرف سے بخوشی اجازت ہے۔ تمام لشکر نے دست بستہ عرض کیا کہ یہ کون سی بات ہے۔ ان شاء اللہ ہمارا اور آپ کا ساتھ تا دم آخر رہے گا۔ مگر رات زیادہ گزر

چکی ہے اور تاریکی بھی چھا گئی ہے۔ صبح سویرے ان سے جنگ کریں گے۔ سید صاحب نے کہا کہ ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا جو بہتر ہو کرو۔ پھر زار و قطار رونے لگے اور روتے روتے پھر بے ہوش گئے اور جب ہوش آیا تو نیند کے غلبے نے آپ کو تھوڑی دیر کے لئے سلا دیا۔

ایک خواب

سید ابراہیم صاحب کو سوتے دیر نہیں ہوئی کہ دیکھنے لگے، خواب میں ایک بلند ٹیکرا نظر آیا جو گلہائے بہشت سے آراستہ تھا، جس کے درمیان حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ سرخ لباس پہن کر تخت مرصع پر جلوہ افروز ہیں۔ ارد گرد شہدائے لشکر حلّۂ بہشتی سے آراستہ ہو کر کھڑے ہیں۔ سید صاحب نے ہر چند اوپر جانے کا ارادہ کیا مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ابھی تمہارا وقت نہیں آیا ہے۔ صبح دنیا میں کچھ کام کر کے شام تک سرخرو ہو کر ہمارے پاس آجاؤ گے۔ اتنا کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو کر کسی طرف روانہ ہو گئے۔ سید صاحب پیچھے پیچھے دوڑے اور عرض گذار ہوئے کہ جو حکم ہو بجا لاؤں۔ ارشاد فرمایا کہ باغ میں ہمارا وجود ظاہری (جسم) مہوے کے نیچے بے گور و کفن پڑا ہے۔ لباس و ہتھیار زیب تن ہے۔ اور سکندر دیوانہ کی لاش پائنتی جانب پڑی ہے، گھوڑا بھی ایک طرف پاش پاش ہے اور شہدائے کرام بھی بے گور و کفن ہیں۔ پہلے آپ سب کو دفن کریں پھر سہر دیو سے ہمارا قصاص لیں۔ اس امر خیر میں آپ بھی درجۂ شہادت سے ہمکنار ہو جائیں گے۔

سید صاحب یہ خواب دیکھ کر بیدار ہوئے، جوش محبت سے شہادت کے طلبگار ہوئے۔ فوراً غسل کر کے جامۂ گراں بہا پہن کر عطر لگایا اور نماز فجر کی ادائیگی سے

فارغ ہونے کے بعد فوج کو دائیں بائیں کر کے اولاً باغ میں آ کر جسم مبارک مع لباس و ہتھیار مہوے کے نیچے عین نشستگاہ پر حسب وصیت دفن کیا۔ سکندر دیوانہ کو حضرت کے برابر میں قبر بنا کر رکھ دیا۔ اور باقی تمام شہدائے کرام کو سورج کنڈ تالاب میں رکھ کر مٹی سے پاٹ دیا تاکہ نظروں سے پوشیدہ ہو جائیں۔ اسی دن سے سورج کنڈ کے کفر کی ظلمت دور ہوئی اور وہ زمین برکت اسلام سے پرنور ہو گئی۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ نے حالت جذب میں میاں رجب سے جو فرمایا تھا، راز الٰہی سے آگاہ کیا تھا، وہ اب نظر آیا۔ ملائک نے برکت شہداء سے سورج کنڈ کو نورِ اسلام سے مہرِ منور کر دیا۔ سید صاحب نے بھی اپنی قبر سکندر دیوانہ کی قبر سے متصل بنا دیا۔

حضرت میر سید ابراہیم کی شہادت

حضرت میر سید ابراہیم بارہ ہزاری ان تمام شہداء کرام کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر میدان میں آئے۔ ادھر دشمنان اسلام کو بھی اطلاع ملی کہ مسعودی لشکر ابھی بھی میدانِ جنگ میں موجود ہے۔ یہ سن کر سہر دیو نے بہت پیچ و تاب کھایا اور فوراً مسلح ہو کر اپنی فوج کے ساتھ میدان میں آ گیا۔ سید صاحب نے سہر دیو کو للکارا کہ اگر تو بہادر ہے تو میرے مقابلے پر آ جا۔ وہ بھی طیش میں آ کر آپ کے مقابلے میں آ گیا۔ آتے ہی جھپٹ کر آپ حملہ کیا آپ نے اس کا وار خالی کر کے جوشِ حیدری سے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ دشمنوں نے آپ پر سخت حملہ کر دیا۔ آپ بھی مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ دوستوں نے اسی قبر تک لاش پہونچا دیا اور حسب وصیت کھدی ہوئی قبر میں دفن کر دیا۔ پھر سب کے سب لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ صرف حضرت کے چند خدمت گار اور دو غلام زندہ بچے۔

جنگ ختم ہونے کے بعد وہ حضرت کی بارگاہ میں آئے اور وہیں اپنا ڈیرہ بنالیا اور آخری دم تک سرکار غازی کے مزار شریف کی جاروب کشی کرتے رہے۔ ایک عرصے کے بعد سید حاجی احمد وسید حاجی محمد جو حضرت سالار ساہو کے ملازم تھے، ستر کھ سے بہرائچ آکر مجاوری کی خدمت انجام دیتے رہے۔ حضرت اپنی زندگی میں ان کو بہت مانتے تھے۔ بالکل عزیزوں کی طرح جانتے تھے۔ بعد شہادت بھی وہی مہربانی فرماتے رہے۔ نذریں دلواتے رہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک انہیں کی اولاد مجاور رہے۔

تاریخی دستاویز سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے وہ تمام رفقاء جو دور ونزدیک اشاعت اسلام وتبلیغ دین میں مشغول تھے، دھیرے دھیرے یکے بعد دیگرے سب کے سب شہید کر دیئے گئے اور وہ حکمراں بھی جو دہلی، ستر کھ، کٹرہ اور مانکپور وغیرہ میں متعین تھے سب کے سب شہید کر دیئے گئے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سرزمین بہرائچ کا چپہ چپہ خون شہداء سے لالہ زار بنا ہے۔ تب جا کر حق وصداقت کا پرچم اس بنجر زمین پر لہرایا ہے۔

ع — چپے چپے پر مزارات شہیداں دیکھئے
دید کے قابل ہیں بہرائچ کے میداں دیکھئے

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ سے کافروں کی جو مختلف جنگیں ہوئیں ان ساری جنگوں میں کافروں کے ۵/کروڑ باون لاکھ پچھتر ہزار سات سو ستانوے، ۵۵۲۷۵۷۹۷/آدمی مارے گئے۔ اور آپ کے ساتھیوں نے بھی کثیر تعداد میں جام شہادت نوش فرمایا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

کرامات مسعود غازی رضی اللہ عنہ

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ بلاشبہ ایک مرد حق آگاہ، ایک ولی کامل اور ایک صاحب کرامت بزرگ ہیں۔ آپ کی کرامتوں نے نہ معلوم کتنے انسانوں کو راہ ہدایت دکھائی اور جن کی دعاؤں نے ہزاروں کی بگڑی بنائی اور آج بھی خلق خداوندی ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہو رہی ہے۔ حضرت کے کشف وکرامات کے واقعات لکھے جائیں تو دفتر کا دفتر بھر جائے۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ کرامت کے جہان رنگ وبو کو انھوں نے دلکشی اور نکہت عطا کی ہے۔

ع — معطر تم سے ہے آقا کرامت کی حسیں دنیا
چمن زار ولایت کے گل رنگیں ادا تم ہو

ان اوراق میں حضرت کی چند مشہور کرامتوں کا تذکرہ کرنے جارہے ہیں جن سے آپ کے تصرفات کی زبردست وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

شہادت کے بعد کی سب سے پہلی کرامت

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جو سب سے پہلی کرامت ظہور میں آئی وہ یہ ہے کہ تحصیل بہرائچ میں ایک گاؤں کا نام نگرور ہے۔ اس موضع نگرور کے یادو قوم کا ایک فرد جاسو نام کا نہایت ہی تندرست وتوانا اور شکل وصورت میں حسین وجمیل، گھر میں دولت کی فراوانی، غرضیکہ ہر طرح سے خوشحال اور آسودہ حال شخص تھا۔ مگر اس کے گھر میں کوئی چراغ جلانے والا اس کا وارث نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اکثر مغموم رہا کرتا تھا۔ بوڑھی ماں جب اکلوتے بیٹے کو رنجیدہ دیکھتی تھی تو کلیجہ منھ کو آتا تھا، دل دھڑکتا تھا اور برجستہ کہتی تھی بیٹا تم

ہاں کیوں نہیں کرتے تا کہ میں تمہاری دوسری شادی کردوں۔ گھر میں ایک چراغ بتی کرنے والا آجائے۔ ماں کی زبان سے یہ جملے سن کر جاسو کا چہرہ اتر جایا کرتا تھا اس لئے اس کی موجودہ بیوی نہایت خوبصورت، خوش مزاج، ہنس مکھ اور سونے پر سہاگہ یہ کہ حد درجہ مطیع و فرمانبردار تھی۔ جاسو کے ہر کام میں اس کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ ماں جب دوسری شادی کے لئے اصرار کرتی تو جاسو یہی جواب دیتا کہ ماں اگر قسمت میں اولاد لکھی ہے تو اس سے بھی ہوسکتی ہے اور اگر نہیں لکھی ہے تو میری دسیوں شادیاں کردو کچھ نہیں ہوگا۔

جاسو کی ماں کی نظر میں چونکہ اس کی موجودہ بہو بانجھ تھی اس لئے اکثر بہو کو طعنے دیا کرتی تھی اور منحوس وغیرہ کہہ کر گھر سے نکل جانے کے لئے کہتی تھی۔ بیوی لائق مند تھی اس لئے ساس کے طعنے برداشت کر لیتی۔ مگر اپنے شوہر سے کبھی ماں کی شکایت نہیں کرتی۔ برداشت کی بھی انتہا ہوتی ہے۔ ایک دن جاسو کی بیوی بغیر ساس اور شوہر کو بتائے روتی ہوئی بہرائچ شریف آگئی۔ بڑے بزرگ سے اپنی بپتا سنائی۔ انھوں نے تاجدار بہرائچ حضرت مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کی نشاندہی کی۔ چہرا اترا ہوا ہے، دل مسوس رہا ہے، کسی مسیحائی کی تلاش ہے، روتی گڑگڑاتی سرکار باوقار سیدی سرکار غازی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی، مجاوروں سے ملاقات کی۔ ساری کہانی ایک ہی سانس میں کہہ سنائی۔ مجاوروں نے آستانے کی طرف اشارہ کیا۔ اس عورت نے دہلیز مقدس پر سر نیاز جھکایا، آنکھوں سے آنسو برسے، دل کانپا، زبان تھرتھرائی اور چند جملے زبان دل سے نکل کر سرکار غازی کے قدموں پر قربان ہوگئے۔

عرض کیا کہ اے میرے غازی سب کے دامن بھرتے ہو، میرا بھی دامن بھر دو سب کی کوکھیں کھولتے ہو میری بھی کوکھ کھول دو، سب کے گھر اجالا بخشتے ہو، میرے

گھر میں بھی ایک کرن بھیج دو۔

اتفاق سے اس کا شوہر جاسو بھی ڈھونڈتا ہوا آستانۂ پاک پر حاضر ہوگیا۔ دیکھا کہ بیوی اپنی نیازمندیوں کے پھول سرکار غازی کے قدموں پر قربان کررہی ہے۔ بیوی کی دعاؤں میں شوہر بھی شامل ہوگیا اور دونوں نے خلوص وعقیدت سے سرکار غازی سے عرض کیا کہ ائے غازی بادشاہ اپنے خوان کرم کا جوٹھا ہی اس ابھاگن کو دے دیجئے تو بیڑا پار ہو جائے اور دنیا والوں کو منھ دکھانے کے قابل ہوجاؤں۔

منت وسماجت کر کے میاں بیوی دونوں گھر گئے۔ اسی رات میں قربت ہوئی اور خدا کے فضل سے بیوی صاحب امید ہوگئی۔ پھر تو ہر شب دوشنبہ کو جاسو اپنی بیوی اور ماں کو ساتھ لے کر مزار شریف پر شیرینی فاتحہ کرانے لگا۔

آٹھ مہینے گزرنے کے بعد نویں مہینے میں حضرت سید سالار مسعود غازی کے وسیلے سے مانگی ہوئی دعائیں اپنا رنگ لائیں، گھر چمکا، قسمت جاگی اور دنیا والوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے غازی میاں کی کرامت کا مشاہدہ کیا۔ یعنی اس کے بطن سے ایک مسکراتا ہوا چاند سا بیٹا پیدا ہوا۔ پھر تو اس نے اپنی خوشی کا اظہار اس طرح کیا کہ سب سے پہلے آپ کا مزار مبارک گائے کے خالص دودھ اور چونے سے تعمیر کرایا۔

سچ ہے پھول بلاتفریق مذہب وملت اپنے محبت کرنے والوں کو معطر کرتا ہے۔ سیدی سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ گلستان نبوت اور چمنستان ولایت کے گل شاداب ہیں۔ اپنے ہر عقیدت مند کی مدد بھی فرماتے ہیں اور پھوٹے مقدر کو بھی سنوارتے ہیں۔

بدعقیدہ مولوی ایڑیاں رگڑ کر مر گیا

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے ظہور کرامات کے ابتدا میں ایک جماعت کثیرہ بنارس سے بڑے شوق و ذوق کے ساتھ گاتے بجاتے، رنگ برنگ کے چتر و نشان لے کر مزار شریف پر چڑھانے کے لئے جا رہے تھے۔ جب جونپور میں پہونچے تو یہاں کے خوش عقیدہ مسلمان بھی ہزاروں چتر و نشان لئے اسی جماعت میں شامل ہو گئے۔ شہر جونپور میں بڑا اجوم ہو گیا۔ ایک بدعقیدہ مولوی منکر کرامت اولیاء اس جگہ علم ظاہری پڑھنے پڑھانے میں مصروف تھا۔ اتفاقاً ان لوگوں کا گزر اسی گلی سے ہوا۔ وہ لوگ غلبۂ عشق سے ناچتے گاتے اور حضرت سالار مسعود کی عظمتوں کا چرچہ کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ اس بدعقیدہ مولوی نے پوچھا کہ یہ کیسا شور شرابہ ہو رہا ہے؟ شاگردوں نے جواب دیا کہ بہت سے لوگ چتر و نشانات لے کر سالار مسعود کی زیارت کے واسطے جا رہے ہیں۔ اس مولوی نے کہا یہ بدعت ہے اور فوراً اپنے شاگردوں کو لے کر سزا دینے کا ارادہ کیا۔ قریب پہونچ کر چاہا کہ لڑائی کریں، تلوار نکالیں اور جانے سے روک دیں، اسی وقت غیب سے ایک ایسا زوردار طمانچہ اس بدعقیدہ مولوی کے منھ پر پڑا کہ فوراً بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

شاگردوں نے اس بے عقل کو اٹھایا، گھر میں لائے۔ اہل شہر نے جب اس واقعہ کو سنا تو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس مولوی کا منھ بالکل سیاہ ہو چکا تھا۔ سبھی لوگوں کو دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔ اسی دن سے خلائق کو حضرت سید سالار مسعود غازی کی ولایت پر زیادہ اعتقاد ہو گیا۔ اور ہر شخص حضرت کی روحِ پاک کے وسیلے سے اپنی مراد کا طالب ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رضی اللہ عنہ کا فرمان

ایسے موقع پر مجھے حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری مخدوم بہار رضی اللہ عنہ کا فرمان عالیشان یاد آ گیا جو آئینۂ مسعودی میں اس طرح تحریر ہے کہ ایک مرید نے آپ سے دریافت کیا کہ بہت سے لوگ جگہ جگہ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کا نشان بنا لیتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پروردگار عالم نے آپ کو وہ تصرف اور اختیار بخشا ہے کہ اگر دنیا کے ہر گھر میں آپ کا نشان بن جائے تو آپ ہر جگہ موجود ہوں اور فیض پہونچائیں۔ ہر شخص کو اپنی جان عزیز ہوتی، جس نے اپنی متاع عزیز کو ہنسی خوشی غیر وطن میں آ کر صرف رضاء الٰہی کے لئے قربان کر دیا اور عین مشاہدۂ حق میں شہید ہو گئے۔ ایسے باوقار عاشق رب کے لئے ہر زماں از غیب جان دیگر است۔ اگر دنیا بھر کے ہر گھر میں سالار مسعود کی نشان یادقائم کر لیں تو آپ ہر جگہ موجود ملیں گے۔

کوڑھی شفایاب ہو گیا

خواجہ مصلح الدین کے نواسے شیخ مرتضٰی ملفوظات حضرت میر سلطان قدس سرہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت میر سلطان دہلی میں ایک پرانی قبر کے اندر جو درمیان سے خالی تھی، عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ بارہ سال کے بعد قبر سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کوڑھی جا رہا ہے۔ اس کے پیچھے ایک گھوڑ سوار ظاہر ہوا جس نے اس کوڑھی کو ایک ایسا زوردار چابک رسید کیا کہ وہ جس سے تلملا کر زمین پر گر پڑا۔ پھر دو چار ضربیں لگتے لگتے بالکل تندرست ہو گیا اور گھوڑ سوار ایک طرف چلا گیا۔

پھر حضرت میر سلطان قدس سرہ کی جانب مخاطب ہوا اور تین بار قطب جہانگیر کے لقب سے آواز دی۔ آپ نے اس سے پہلے عالم ظاہری میں اپنے لئے کسی کی زبانی یہ لفظ نہ سنا تھا۔ پہلی بار سنا تو تعجب میں پڑ گئے اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ گھوڑ سوار نے جواب دیا مجھے سالار مسعود کہتے ہیں۔ ولیوں کی دیگ میں نمک ولایت میرے ہی ہاتھوں پہونچتا ہے۔ پھر حضرت میر سلطان بہرائچ تشریف لائے، رتبۂ ولایت پر فائز ہوئے اور فیضان روحانی سے مالا مال کر دیئے گئے۔

سرخ گھوڑ سوار

ضلع امیٹھی کے مشہور بزرگ حضرت بندگی میاں کا ایک حجام تھا جو ہفتے میں دو بار ناخن تراشنے اور خط بنانے کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ لیکن ایک بار ایسا ہوا کہ وہ وقت متعینہ سے ایک دن پہلے ہی آگیا۔ حضرت نے پوچھا کہ تم ایک دن پہلے کیوں آگئے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور مجھے بہرائچ شریف حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے عرس میں جانا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو ہر سال جاتے ہو، امسال نہ جاؤ۔ آئندہ سال چلے جانا۔ اس نے کہا نہیں، حضور مجھے جانا ہے۔ آپ نے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ آخر اس نے عرض کیا حضور اگر حجامت بنوانی ہو تو آج بنوا لیجئے ورنہ کل میں نہیں ملوں گا۔ ان شاء اللہ کل سرکار غازی کے آستانہ پر رہوں گا۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ نہیں مانے گا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا کرو کہ جب تم جا ہی رہے ہو تو فلاں جگہ فلاں وقت باغ میں موجود رہنا ایک گھوڑ سوار وہاں سے گزرے گا، ان سے میرا اسلام کہہ دینا اور یہ رقعہ ان کو دے دینا۔ اس نے کہا حضور کے لئے خادم حاضر ہے۔

چنانچہ وہ بہرائچ چلا گیا۔ ٹھیک وہ اس باغ میں وقت مقررہ پر حاضر ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک شخص سرخ جوڑا پہنے گھوڑے پر سوار ظاہر ہوا۔ حجام نے بڑھ کر سلام کیا مگر رقعہ دینا بھول گیا۔ سرخ سوار نے کہا رقعہ لاؤ۔ حجام نے رقعہ دیا۔ سرخ سوار نے پشت پر جواب لکھ کر حجام کے حوالے کر دیا۔

حجام نے مزار شریف پر حاضری دی، فاتحہ خوانی اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر امیٹھی لوٹا مگر ایک خلش اس کے دل میں برابر کھٹکتی رہی کہ اس سرخ سوار کا از خود مجھے پہچان لینا اور رقعہ طلب کرنا اور میرے لائے ہوئے رقعہ کو پڑھنے کے بعد فوراً جواب دے دینا ضرور کچھ معنی رکھتا ہے۔ یہ نادان سمجھ ہی نہ سکا کہ یہ سرکار غازی میاں ہیں۔ واپس لوٹ کر اس نے رقعہ حضرت بندگی میاں کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے وہ رقعہ دیکھا تو بہت شرمندہ ہوئے۔ حجام نے آپ کے چہرے کا اتار چڑھاؤ دیکھا تو پوچھا حضور اس رقعہ کا معمہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

دراصل جو رقعہ حضرت بندگی میاں نے لکھا تھا وہ یہ تھا کہ اے سالار مسعود کیوں بے فائدہ لوگوں کو بلا کر بیوقوف بناتے ہو؟ جواب میں تحریر تھا، سبحان اللہ، تم اپنے ایک حجام کو نہیں روک سکے، میں لاکھوں بندگان خدا کو کیوں کر روک سکتا ہوں۔ یہ سب خدا کا کارخانہ ہے اس میں ہمارا کیا دخل ہے۔ گویا خزانہ خدا کا ہوتا ہے، ہاتھ مردان خدا کا اور دامن بندگان خدا کا۔

حضرات یہ بات اچھی طرح یاد رکھئے کہ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کا آستانہ بہت ہی بافیض آستانہ ہے جو منکر کرامات اولیا ہوں انھیں بہرائچ شریف جانا چاہئے تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے حضرت سرکار غازی کی کرامت کا مشاہدہ کریں۔

قلعہ ٹھٹھ کی فتح

صبح کا سہانا وقت تھا، نسیم سحری کے خوشگوار جھونکے چل رہے تھے۔ ایسے پر کیف ماحول میں فیروز شاہ تغلق کی ماں اپنے محل سرا کی چھت پر بیٹھی ہوئی مناظر قدرت کا مشاہدہ کر رہی تھی کہ اچانک کیا دیکھتی ہے کہ دیوانوں کا ایک گروہ مستی وشوق میں عجیب وغریب انداز سے جھومتے ہوئے گزر رہا ہے جن کے ہاتھوں میں مختلف رنگ کے نشان تھے۔ ملکہ ان لوگوں کو بلوا کر پوچھتی ہیں کہ آپ لوگ یہ دیوانگی کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جواب ملتا ہے کہ ملکۂ عالیہ ہم لوگ دیوانہ سرکار غازی ہیں، شمع جمال مسعودی کے پروانے ہیں۔ ہم لوگ ان کے شیدائی ہیں جنھوں نے اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ راہ خدا میں قربان کر دیا تھا۔ ملکۂ عالیہ سال گزشتہ ہم لوگوں نے بارگاہِ غازی میں التجائیں کی تھیں کہ اگر ہماری مرادیں پوری ہوگئیں تو گلدستۂ عقیدت ومحبت پیش کرنے کے لئے آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں گے۔ ہم لوگوں کی منتیں پوری ہو چکی ہیں، ہمارے دامن گوہر مراد سے بھر چکے ہیں۔ لہٰذا آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے اور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے ان کے آستانے پر جا رہے ہیں اور یہ علم (جھنڈا) آپ کی محبت کا نشان ہے جو چڑھانے کے لئے لے جا رہے ہیں۔

ملکہ ان دیوانوں کی باتیں بڑے غور سے سن رہی تھیں۔ ان کے دل کی دنیا میں تمنائیں انگڑائیاں لے رہی تھیں۔ ان دیوانوں کو رخصت کرنے کے بعد دل کی گہرائیوں سے حضرت سالار مسعود غازی کی بارگاہ میں دعا کرتی ہیں کہ اے میرے آقا اگر میرا بیٹا فیروز شاہ ٹھٹھ کی مہم سے کامیاب ہو کر آجائے تو میں اس کو آپ کے دربار میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے بھیجوں گی۔

درحقیقت فیروز شاہ تغلق اپنی افواج کثیرہ کو لے کر دہلی سے کوچ کر کے سندھ عبور کرنے کے بعد اس قلعہ ٹھٹھ تک پہونچا جس کی سنگینی اور مضبوطی دور دور تک مشہور تھی۔ بہادر سپاہیوں نے پہونچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور ادھر سے شاہی فرمان نافذ ہوا کہ محاصرہ اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک فتح کی نوبت نہ آجائے۔ قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے کئی دن گذر گئے لیکن کامیابیوں کی کوئی صورت نظر نہیں آئی سب کے دل ٹوٹ گئے، ہمتیں جواب دے چکیں۔ دوسرا شاہی فرمان جاری ہوا کہ صبح تک قلعہ اگر فتح نہ ہوا تو محاصرہ اٹھا کر واپس چلے جائیں گے۔

رات بھر فوج نے مستعدی سے قلعہ کا محاصرہ قائم رکھا۔ صبح ہو چکی تھی بس محاصرہ اٹھنے ہی والا تھا کہ اچانک ایک نقاب پوش نیلی گھوڑی پر سوار ہو کر لشکر کو درمیان سے چیرتا ہوا سب سے آگے پہونچ کر دروازے پر رکتا ہے اور مضبوط کواڑ کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر ایک ہی جھٹکے میں اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ دروازہ ٹوٹتے ہی ساری فوج قلعہ کے اندر داخل ہوگئی۔ تھوڑی دیر میں قلعہ فتح ہو جاتا ہے۔

شمس سراج نامہ نویس دن تاریخ اور وقت اپنے روزنامچہ میں لکھ لیتا ہے۔

فیروز شاہ تغلق فاتحانہ شان وشوکت کے ساتھ دہلی لوٹتا ہے اور اپنی والدہ سے اس واقعہ کی پوری سرگذشت بیان کرتا ہے۔ ماں نے کہا بیٹا جس وقت تو ان مراحل سے گزر رہا تھا، میرا دل بے چین تھا۔ لہٰذا میں نے فوراً حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں امداد کی درخواست کی تھی۔ مجھے کامل یقین ہے کہ سرکار غازی کی روحانی حمایت نے تیری شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا ہے۔

میرے بیٹے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ اگر تو میدان جنگ سے فاتح بن کر آئے گا تو تجھ کو سرکار غازی کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے بھیجوں گی

،اس لئے بیٹاتم ان کی بارگاہ کی حاضری ضرور دو۔ فیروز شاہ ماں کے حکم کے مطابق افواج کثیرہ لے کر آستانۂ عالیہ پر حاضری دینے کے لئے چل پڑا۔ جب بہرائچ پہونچا تو وہ لوگ جن کے قلوب عظمت اولیاء سے خالی تھے، بادشاہ سے کہنے لگے کہ سرکار غازی کا یہ مزار مصنوعی ہے، حقیقی مزار یہاں کے بجائے کہیں نامعلوم جگہ ہے۔ بادشاہ کو تشویش ہوئی، اس نے حکم دیا کسی روشن ضمیر فقیر کو تلاش کیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ صحیح حالات کا علم ہوسکے۔

چنانچہ لوگوں نے اس وقت کے نامور بزرگ سید افضل الدین ابوجعفر عرف میر ماہ علیہ الرحمہ کی رہنمائی کی جن کی مشہور کرامت ہے کہ اگر ان کے آستانے پر کوئی جھوٹی قسم کھالیتا ہے تو فوراً اندھا ہوجاتا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے اور آپ یہاں کب سے رہتے ہیں۔ اس طرح سے بادشاہ نے کئی سوال کر ڈالے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھ کو میر ماہ کہتے ہیں، میں یہاں مدتوں سے رہتا ہوں۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کیا آپ حضرت سید سالار مسعود غازی کو جانتے ہیں؟ ان کا مزار مبارک کہاں ہے؟ حضرت میر ماہ نے فرمایا کہ ہاں میں جانتا ہوں۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ میں ہندوستان کا بادشاہ فیروز شاہ تغلق ہوں اور دہلی سے آیا ہوں۔ حضرت میر ماہ نے فرمایا اچھا حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ تیری ہی مدد کے لئے فلاں دن فلاں تاریخ کو اسی مزار مبارک سے نکل کر نیلی گھوڑی پر سوار ہوکر قلعہ ٹھٹھ کی مہم سر کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے لوٹ کر پھر یہیں تشریف لائے تھے۔ یہ ساری گفتگو سن کر بادشاہ کے حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اسے یقین کامل ہوگیا کہ یہ کوئی معمولی ہستی نہیں بلکہ اللہ کے خاص ولی ہیں جن کی نظریں ٹھٹھ کا میدان کارزار دیکھ رہی تھیں۔ بادشاہ نے روزنامچہ منگوا کر دیکھا تو فتح کا دن، تاریخ اور

وقت وہی تھا۔

بادشاہ نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ حضور میں آپ کے ساتھ آستانہ مبارک پر حاضری دینا چاہتا ہوں۔ حضرت میر ماہ نے فرمایا کہ میں تو حاضری دیتا ہی رہتا ہوں اگر تمہاری خواہش ہے تو چلے چلتا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ اور درویش دونوں چلے، لیکن درویش ٹیڑھے میڑھے چل رہے تھے۔ بادشاہ سے رہا نہ گیا تو پوچھ بیٹھا کہ حضور راستہ سیدھا بھی ہے اور صاف بھی اس کے باوجود آپ ٹیڑھے میڑھے کیوں چل رہے ہیں؟ کبھی پاؤں آگے، کبھی پیچھے، کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی کودتے، کبھی پنجوں کے بل، کبھی انگوٹھوں کے سہارے تو کبھی چھلانگ لگا کر اِدھر اُدھر کترا کر، ایسا کیوں؟

یہ سن کر اللہ کے ولی نے اپنی ٹوپی اتار کر بادشاہ کے سر پر رکھ دی۔ جیسے ہی ٹوپی سر پر رکھی، زمین کا نچلا حصہ روشن ہوگیا۔ اب بادشاہ کیا دیکھتا ہے کہ زمین کے نیچے شہدائے کرام کی لاش ہی لاش ہے جو خون میں لت پت ہے۔ کسی کے ہاتھ کٹے ہیں تو کسی کا سر اور کسی کے دوسرے اعضاء۔ گویا یہ گنج شہیداں ہے۔ بادشاہ حیران و پریشان ہے۔ حضرت میر ماہ نے اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر فرمایا کہ ہمارا اور تمہارا یہی فرق ہے کہ تم بغیر دیکھے چل رہے ہو اور میں دیکھ کر چل رہا ہوں۔ ٹیڑھا میڑھا نہیں چل رہا ہوں بلکہ اس احتیاط سے چل رہا ہوں کہ کہیں ان شہیدوں میں سے کسی پر میرا پیر نہ پڑ جائے۔

نکتہ:۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو یہی ایک نکتہ ذہن نشین کر لیجئے کہ جس کی ٹوپی کا یہ عالم ہو کہ اگر ایک بادشاہ کے سر پر رکھ دی جائے تو زمین کے طبقات روشن ہو جائیں تو پھر ٹوپی والے کی آنکھ کا عالم کیا ہوگا۔

حضرت میر ماہ کی رہبری میں چلتے چلتے منزل مقصود پر پہونچا تو کیا دیکھا کہ

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے آستانے پر رحمت وانوار کی موسلا دھار بارش ہورہی ہے۔ بادشاہ نے پھولوں کے گلدستے کے ساتھ تاج شاہی گلوں سے سجا کر قبر انور کے پائنتی حصہ پر ڈال دیا اور عرض کیا کہ حضور سارے ہندوستان کے اصل فرماں روا آپ ہی ہیں۔ میں تو آپ کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ آپ ہی کو یہ تاج شاہی زیب دیتا ہے۔ سرکار ہمارا یہ نذرانۂ عقیدت اور حاضری قبول فرمائیں۔ اے قلعہ ٹھٹھ کے دروازے کو اکھاڑ پھینکنے والے آقا! ہمارے دلوں کے بند دروازوں کو بھی کھول دیجیے جس سے تجلیات ربانی اور محبت رسول ﷺ داخل ہوسکے۔

بہت دیر تک عرض ومعروض کرنے کے بعد جب ذرا سکون ہوا تو بادشاہ نے حضرت میر ماہ کے ساتھ دوسرے شہدائے کرام کی مزاروں پر حاضری دی۔ عقیدت ومحبت کی باتیں کرتے ہوئے آج جہاں زنجیری پھاٹک ہے، آکر رک گئے۔ ایک طرف حضرت میر ماہ اور دوسری طرف فیروز شاہ تغلق کھڑے ہوگئے۔ اب فوج کے سپاہیوں کو زیارت کی اجازت دی گئی۔ ایک طرف سے جاتے اور دوسری طرف سے نکل جاتے۔ اس دوران فیروز شاہ نے حضرت میر ماہ سے عرض کیا کہ ان کی کوئی کرامت بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا دیکھنا چاہتا ہے کہ ان کی بارگاہ میں تجھ جیسا بادشاہ اور مجھ جیسا فقیر دونوں بھکاری کی طرح ہاتھ پھیلائے کھڑے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ لرزہ براندام ہوگیا۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوگیا۔ کہنے لگا بیشک اس سے بڑی کرامت نہیں ہو سکتی یہ واقعہ ۷۸۴ھ کا ہے۔

صاحب منتخب التواریخ تحریر فرماتے ہیں کہ فیروز شاہ دہلی لوٹنے کے بعد سلطنت اپنے نواسے کے سپرد کر دیا اور خود وہاں سے چل کر گروہِ صوفیاء میں داخل

ہوگیا۔ بہرائچ آکر سرکار غازی کے مزار پر گوشہ نشین ہوگیا۔ آستانۂ سرکار کی بہت سی عمارتیں اس تاجدار کی یادگار ہیں جن میں احاطۂ سید سالار وزنجیری گیٹ اور سالار رجب کا روضہ، نعل دروازہ اور محفل خانہ قابل ذکر ہیں۔

کرامت

خطیب ذیشان حضرت علامہ ومولانا مفتی شعبان علی صاحب قبلہ بلرامپوری ۱۹۹۲ء میں سرکار غازی کی ایک کرامت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری بڑی بچی محمدی عرف خالدہ رفعت جب پانچ سال کی تھی اور میرا بڑا بچہ محمد سعید اللہ سلمہ تقریباً گیارہ سال کا تھا، ان دونوں کو لے کر میں مکان کی چھت پر کھلا رہا تھا۔ اتفاق کی بات کھیلتے کھیلتے گود میں لے کر چھت سے گر پڑا۔ بچے کی کمر میں چوٹ آئی جو علاج کرنے کے بعد پندرہ بیس دن میں ٹھیک ہوگیا۔ لیکن بچی کے سر میں چوٹ آئی تو ڈاکٹروں نے بتایا کہ سر میں بھیجہ متاثر ہوگیا ہے۔ علاج شروع کیا لیکن ہوا کچھ ایسا کہ جس قدر علاج کرتا رہا بچی کی حالت اور بگڑتی چلی گئی۔ کوئی بھی علاج کارگر نہیں ہوا اور نہ کوئی دوا کام کرتی تھی۔

بڑے بوڑھوں کی کوئی ترکیب بھی کارگر ثابت نہیں ہوئی۔ دوا علاج کے ساتھ دعائیں بھی کرتا رہا۔ بزرگوں سے تعویذات بھی لالا کر گلے میں ڈالتا رہا۔ لیکن شفا کسی طرح سے بھی حاصل نہیں ہوسکی اور بچی کی حالت دن بدن بگڑتی چلی گئی۔ رفتہ رفتہ ایسی حالت ہوگئی کہ اگر کہیں ہلکی سی ٹھوکر لگ جاتی یا کھیلتے کھیلتے گر پڑتی تو فوراً بے ہوش ہوجاتی۔ ہاتھ پیر سخت ہوجاتے، جسم ٹھنڈا پڑ جاتا اور نبض ڈوب جاتی۔ جب ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے جاتے تب جا کے کچھ دیر کے بعد ہوش آتا۔ بچی کی ذات تھی اور یہ کیفیت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ آخر کار ہم دونوں میاں

بیوی نمازوں میں دعائیں کرنے لگے کہ پروردگار عالم یا تو اپنے کرم اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں شفاء کلی عطا فرما، یا پھر اپنی امانت واپس لے لے کہ بچی کی یہ تکلیف دیکھی نہیں جاتی۔

بارش کا زمانہ تھا، رحمتوں کے جھالے ٹوٹ ٹوٹ کر برس رہے تھے۔ یک بیک میری اہلیہ محترمہ کی زبان سے نکلا کہ سرکار غازی ہمارے بادشاہ ہیں، ہم ان کی رعایا ہیں، سب کو دکھا لیا، چل کے اپنے بادشاہ کو بھی دکھا لیں۔ پل بھر میں لاکھوں کی بگڑی بناتے ہیں اور ہم لوگ تو ان کی پرجا ہیں، کیا وہ ہماری بگڑی نہیں بنائیں گے۔ بیوی کے یہ جملے تیر و نشتر بن کر دل کو لگ گئے۔ فوراً ہلکا پھلکا سامان سفر باندھا اور اسی جھما جھم بارش میں بچی کو لے کر بلرامپور سے بہرائچ کے لئے بذریعۂ بس روانہ ہو گئے۔

بہرائچ شریف تک بارش ساتھ ساتھ رہی۔ آستانۂ پاک کے ایک بیرونی کمرے میں سامان وغیرہ رکھ کر لباس تبدیل کر کے اپنی بساط کے مطابق نذر و نیاز و ہار پھول لے کر مزار اقدس کی طرف چل پڑے۔ حسن اتفاق کہ مزار پاک کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ فوراً اندر داخل ہوئے۔ بچی خالدہ رفعت جو میرے پیچھے تھی دوڑتی ہوئی دادا دادا سلام، دادا سلام، بابا سلام، بابا سلام کہتی ہوئی مزار پاک میں داخل ہوئی۔ مزار کے اندر کسی عقیدت مند سے تیل کی شیشی گر گئی تھی جس کی وجہ سے تیل دروازے سے لے کر مزار پاک کی تعویذ تک پھیل گیا تھا۔ (سنگ مرمر پر تیل لگ جانے کے بعد کس قدر چکنا اور پھسلاؤ ہو جاتا ہے، اسے بتانے کی چنداں ضرورت نہیں، ہر شخص سمجھتا ہے۔) بچی جب اندر داخل ہوئی تو اس کے پیر پھسل گئے اور بے تحاشہ زمین پر اس زور سے گری کہ اس کا سر حضرت کے مزار پاک کی تعویذ سے ٹکرا گیا اور وہ فوراً بے ہوش ہو گئی۔

میں نے عرض کیا کہ یا سیدی اسی طرح جب یہ گرتی ہے تو بے ہوش ہو جاتی ہے اور مردہ متصور ہونے لگتی ہے۔ آج آپ کی آغوش رحمت میں گری ہے یا تو آپ اسے لے لیجئے یا دے دیجئے۔ اگر دیجئے تو اپنی آغوش کی رحمتوں کا حصہ بھی اس کے نصیبے میں ہو۔ خدا کی قسم! بچی خود بخود اٹھی اور آ کر میرے بغل میں کھڑی ہو گئی اور خوب دیر تک جھوم جھوم کر تتلاتی زبان سے میرے ساتھ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام اور یا نبی سلام علیک جو اس کی ماں نے اپنی گود میں سکھایا تھا، پڑھتی رہی۔ وہ تاریخ یاد ہے، اس وقت سے لے کر آج تک ویسی تکلیف تو کیا ویسا سر میں درد تک پیدا نہیں ہوا۔

انتہائی خوشی کے عالم میں غازی ملت زندہ باد، شہید اعظم زندہ باد، اپنا بادشاہ زندہ باد، سچا بادشاہ زندہ باد، تاجدار بہرائچ زندہ باد، کہتا ہوا باہر نکلا اور پھر بلرامپور واپس آ گیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

کرامت

سید رکن الدین اور سید جمال الدین جو ملک عرب سے آ کر قصبہ رودولی ضلع بارہ بنکی میں متوطن ہو گئے تھے۔ ان میں سے سید رکن الدین کے دو لڑکے تھے اور سید جمال الدین کی ایک لڑکی بارہ سال کی جن کا نام زہرہ تھا، بہت ہی خوبصورت اور حسین و جمیل تھی۔ لیکن دونوں آنکھوں سے معذور تھی۔ گھر میں خدا کی دی ہوئی دولت، ہر طرح کی آسائش مہیا ہونے کے باوجود نابینا صاحبزادی کا علاج ممکن نہیں تھا۔ والدین اور اہلِ خاندان بچی کی مجبوریاں دیکھ کر تڑپ جاتے۔

عرس غازی کے موقع پر جب چند دیوانے بہرائچ سے لوٹ کر آئے تو کہنے لگے کہ جو بھی حاجت مند سالار مسعود کے مزار پر جاتا ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ اس کا خالی

دامن گوہر مراد سے بھر جاتا ہے۔ ہمارے سامنے چند اندھوں نے جب آستانۂ پاک کی خاک آنکھوں میں لگائی تو سرکار غازی کے فیضان کرم سے فوراً اندھی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ نیز دوسرے امراض والوں نے بھی شفاء کلی پائی۔ یہ وہ آستانہ ہے کہ جن کے وسیلے سے دعا مانگو تو رحمت الٰہی جھوم جھوم کر برسنے لگتی ہے۔ سید جمال الدین یہ واقعہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ انھیں مایوسیوں کے اندھیرے میں امید کی ایک کرن نظر آئی۔ کہنے لگے کہ اگر ہماری بیٹی کی آنکھیں اچھی ہو گئیں تو ہم بھی بہرائچ حاضر ہو کر آپ کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت پیش کریں گے اور اپنے ہاتھوں سے مزار شریف پر روضہ تعمیر کریں گے۔

گھر میں آکر یہ حال زہرہ سے بیان کیا۔ انھوں نے عزم مصمم کر لیا کہ اگر میری بینائی واپس آگئی تو آخری دم تک مزار شریف پر جاروب کشی کی خدمت انجام دوں گی۔ آپ کی کرامات وتصرفات اور روحانی عظمت کا تذکرہ سن کر بغیر دیکھے عشق میں مبتلا ہو گئیں۔ صرف آپ کا نام سن کر دل وجان سے فدا ہو گئیں۔ رفتہ رفتہ یہ عالم ہو گیا کہ دن ہے تو انھیں کی باتیں، رات ہے تو انھیں کی یادیں۔ اپنے یوسف کی چاہ میں زلیخا کی طرح روتی تھیں۔ صرف مسعود مسعود کہہ پکارتی تھیں۔

ایک روز روتے روتے سو گئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ حضرت سرکار غازی ان کے آگے کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے زہرہ تو جس شخص کی مشتاق ہے وہ تیری نگاہوں کے سامنے کھڑا ہے، کیوں نہیں دیکھتی ہے؟ بی بی زہرہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کیا اے پروردگار عالم اگر میں سرکار غازی کے عشق میں سچی ہوں تو میری آنکھوں میں روشنی عطا فرما دے تا کہ میں اپنے محبوب کا جمال دیکھوں نہیں تو موت دے دے تا کہ محبوب کی جدائی سے نجات پا جاؤں۔ پروردگار عالم نے غلبۂ عشق کے سبب ان کی آنکھوں میں روشنی عطا فرما دی۔

آنکھیں روشن ہونے کے بعد سب سے پہلے جو چیز ان کو نظر آئی وہ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کا جمال جہاں آرا تھا۔ حضرت کو دیکھ کر اس طرح بے قرار ہوئیں کہ پیچھے دوڑنے لگیں۔ اتنے میں سالار مسعود نظروں سے غائب ہو گئے۔ آنکھ کھلی تو کچھ نہ پایا۔ خواب کا خیال آیا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ والدین گھبرا کر دوڑے ہوئے آئے، بیٹی کی آنکھوں میں کرامت کا جلوہ دیکھ کر فرطِ مسرت سے جھوم اٹھے۔ مگر زہرہ کا صدمۂ فراق سے عجیب حال تھا۔ کھانا پینا چھوڑ کر آرام سے منہ موڑ لیا۔ آپ کی یاد میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں۔ جب بے قراری حد سے زیادہ بڑھ گئی تو ایک رات خواب میں پھر حضرت سالار مسعود کی زیارت ہوئی اور بہرائچ آنے کی بشارت ملی۔

صبح کو زہرا نے والدین سے رات کا خواب بیان کیا اور روضہ بنانے کی منت کو پوری کرنے کی تاکید کی۔ فوراً سید جمال الدین نے سید رکن الدین کے بیٹے کو زہرا کے حقیقی ماموں کے ساتھ بہت زیادہ مال ودولت دے کر بہرائچ روانہ کر دیا۔ جب زہرا نے محبوب کی چوکھٹ کو بوسہ دیا اور اپنے خوابوں کے شہزادے کے قدموں میں سر رکھا تو حضرت نے زہرہ کے آئینۂ دل کو علم باطنی سے منور کر کے نورِ ولایت سے بھر دیا۔

بی بی زہرہ نے سرکار کا روضہ تعمیر کرایا اور جاروب کشی کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔ سورج کنڈ پر گنج شہیداں کی تعمیر اور سالار سیف الدین کے قبہ کی تعمیر آپ ہی نے کروائی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے لئے حضرت کی آرام گاہ کے پچھّم کی طرف اپنا مقبرہ تعمیر کرایا اور وصیت کر دی کہ میرے انتقال کے بعد مجھے اسی میں دفن کیا جائے، چنانچہ حسب وصیت آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔

اس زمانے میں غیر ملکی معمار ہندوستان میں نہیں آئے تھے اور ہندوستان کے

معمار اس سے بہتر روضہ بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ چوں کہ بی بی زہرہ نے اپنی محبت کے شوق میں اس عمارت کو بنوایا تھا اس لئے سرکار غازی نے ان کی محبت کے باعث اسی عمارت کو قبول کیا جو آج تک موجود ہے۔

گذشتہ زمانے میں بہت سے مسلم بادشاہوں اور سلاطین نے چاہا تھا کہ اس قدیم طرز کے گنبد کو توڑ کر آپ کے شایان شان گنبد تعمیر کریں۔ مگر جس نے بھی ایسی نیت کی اسے خواب میں آگاہ کر دیا گیا کہ خبردار میرے لئے میری زہرہ کا بنوایا ہوا مقبرہ ہی کافی ہے۔ اسے توڑ کر دوسرا بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ بادشاہ اور امراء اپنی دولت کی فراوانی کی وجہ سے سر بہ فلک عمارت تو ضرور کھڑی کر سکتے تھے مگر جذبۂ صادق، دلی خلوص اور قلبی محبت کی وہ اثر انگیزی کہاں سے لا سکتے تھے جو بی بی زہرہ نے ایک ایک اینٹ میں پیوست کی تھی۔ جب بی بی زہرہ اٹھارہ سال کی ہوئی تو ۱۴؍رجب ۴۳۰ھ بروز اتوار اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئیں۔ سبحان اللہ۔ ایک ہی عمر، تاریخ، دن اور مہینے میں سالار مسعود کی شہادت اور بی بی زہرہ کی وفات ہے مگر دونوں میں کافی فاصلہ ہے۔

سرکار غازی کی بارگاہ میں شادی کی رسم

حضرت بی بی زہرہ کی وفات کے بعد ان کے والدین عزیز و اقارب کے ساتھ ہر سال رودولی سے بہرائچ فاتحہ پڑھنے کے لئے جاتے تھے اور غلبۂ شوق میں کہتے تھے کہ ہم بی بی زہرہ کی شادی کے لئے جا رہے ہیں۔ حضرت زہرہ کے والدین انتہائی شان و شوکت کے ساتھ مقررہ وقت پر حضرت سالار مسعود اور زہرا کے نام کی بارات سجا کر محفل عروسی رچا کر اس رسم کو ادا کرتے رہے۔ چوں کہ ماں باپ اپنی بیٹی کی محبت میں بے خود ہو گئے تھے اس لئے یہ طریقہ نکالا تھا جو ۴۳۰ھ

سے اب تک جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

مرأۃ مسعودی کے مصنف حضرت صوفی عبدالرحمٰن چشتی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے اعتقاد میں یہ شادی محض خواب مذکورہ کا نتیجہ ہے جو سالار مسعود غازی نے اپنی زندگی میں دیکھا تھا کہ ان کے والدین عقد کرنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ یقین کامل ہے کہ شہیدوں کی شادیاں تو حوروں کے ساتھ بہشت میں ہوتی ہیں۔ بارات لانے والوں کا بیان ہے کہ ہم لوگ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے اس رسم کو ادا کرتے ہیں اور اس کے بدلے میں بارگاہ غازی سے جو کچھ مانگتے ہیں اس سے سوا ملتا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

آستانہ غازی پر حاضری کا طریقہ

تارک السلطنت حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ نے لطائف اشرفی میں تحریر فرمایا ہے کہ جو لوگ حضرت غازی میاں کی قبر مبارک پر حاضری دیں وہ کم از کم ۳۰؍منٹ یعنی آدھا گھنٹہ ضرور حاضر رہیں۔ چوں کہ ہر ۳۰؍منٹ میں ان کی قبر پر حضرت خضر علیہ السلام کی حاضری ہوتی ہے۔ اگر نہیں بھی پہچانو گے تو کم از کم ان کے چہرے پر نظر تو پڑ جائے گی۔ نہیں پہچانو گے مگر ان کے دامن کرم کی ہوا تو لگ جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت خضر کی تشریف آوری کی برکت سے زائرین کی دعائیں بھی قبول فرمالے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ بشکل کرامت

آستانۂ سرکار غازی کی سب سے واضح کرامت جو آج بھی بہت مشہور و معروف ہے وہ برص اور کوڑھ کے مریضوں کی شفایابی ہے۔ عرس اور میلے کے ایام

میں بے شمار مریض بہرائچ شریف پہونچتے ہیں۔ان لوگوں کے لئے قلعۂ خرد کے باہر ایک حوض بنا ہوا ہے۔ جب مزار مبارک کو مجاور صاحبان غسل دیتے ہیں تو وہ پانی درگاہ شریف سے باہر نالیوں کے ذریعہ اسی حوض میں پہونچتا ہے۔ جہاں بہت سے کوڑھی اس شفایاب پانی کے انتظار میں پڑے رہتے ہیں۔ جوں ہی اس حوض میں غسل شریف کا پانی پہونچا فوراً تمام کوڑھی اور برص کے مریض یا سرکار غازی کا نعرہ لگاتے ہوئے اس میں کود پڑتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہر سال متعدد مریض اپنے لا علاج مرض سے چھٹکارا پا کر نئی زندگی حاصل کرتے ہیں جس کی عقیدت و محبت جس معیار کی ہوتی ہے فیضان غازی اس پر اتنی ہی سرعت سے اپنا اثر دکھاتا ہے۔ پیپ اور مواد بہتی ہوئی انگلیوں سے چشم زدن میں نئی انگلیاں اور ناخن برآمد ہونا دیار غازی کی ایک عام کرامت ہے۔

ہر سال سات کوڑھی بالکل اچھے ہو جاتے ہیں اور سات اندھوں کو بینائی حاصل ہوتی ہے۔سات بانجھ عورتیں صاحب اولاد بن جاتی ہیں۔ یہ فیض آپ کا ہر سال جاری رہتا ہے جس کا جی چاہے آج بھی بہرائچ شریف جا کر اپنی آنکھوں سے یہ زندہ کرشمہ دیکھ سکتا ہے۔

درگاہ کمیٹی کے پاس ایسے شفا پانے والوں کا باقاعدہ رجسٹر ہے۔جس میں نام عمر اور سکونت درج ہوتے ہیں۔بعض مریض ایسے بھی ہوتے ہیں جو شفایابی کی خوشی میں اچھلتے کودتے اپنے وطن چلے جاتے ہیں اور درج رجسٹر نہیں ہو پاتے۔

بارگاہ مسعودی سے فیض پانے والوں کی مختصر فہرست

ان لوگوں کا نام و پتہ جو کوڑھ اور دیگر مہلک امراض میں مبتلا تھے:

(۱) محمد صوقیال تھانہ اہرولا تحصیل پھولپور ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ یو پی۔

(سفید داغ ۶؍سال پرانا تھا پانچ منٹ میں اچھا ہو گیا۔)

(۲) موہن لال ولد رام راج عمر ۱۶؍سال موضع مصطفیٰ آباد ڈاکخانہ ا، املی گاؤں تھانہ، ضلع سلطانپور یو پی۔(پیروں میں چھالے اور زخم تھے صرف دس ۱۰؍ منٹ میں شفا پا گئے)۔

(۳) عشرت جہاں بنت سراج احمد قریشی ۹؍سال محلّہ اذان شہید، کھیتا سرائے ضلع جونپور یو پی۔(گردن سے لے کر پاؤں تک سرخ و سفید چتے تھے۔ایک گھنٹے میں شفایاب ہوئے)

(۴) جمیلہ بنت یونس انصاری عمر گیارہ سال موضع چوری روڈ تحصیل بھدوہی ضلع بنارس یو پی۔(کوڑھ کے زخم ابتدائی شکل میں نمودار ہو گئے تھے جس سے پانی بہہ رہا تھا صرف ایک منٹ میں شفایاب ہوئے۔)

(۵) لال جیت ولد رمئی عمر چالیس سال گرام گوڑیلا تھانہ شاہ گنج ضلع جونپور یو پی۔(چھ سال سے پاگل تھے بارات والے دن روز اتوار کو شفایاب ہوئے۔

(۶) اوم سنگھ ولد رام اودھے شیام عمر ۱۰؍سال موضع شہاب الدین پور، تحصیل کھٹہن ضلع جونپور یو پی۔(۱۹۸۵ء میں چلہ باندھ کر منت مانی تھی۔ جیٹھ کے میلے سے ٹھیک ایک ماہ پہلے اتوار کو شفا پائی اور شفایاب ہونے کے بعد اسی سال میلے میں آکر حوض میں غسل کیا۔

(۷) عبدالجبار ولد رحمت اللہ انصاری عمر ۲۰؍سال پوست لال گنج ضلع بستی یو پی۔(سفید داغ تھا چند لمحوں میں صحت یابی ہوئی)

شجرۂ منظومہ

حضرات مشائخ کرام سلسلۂ مبارکہ قادریہ برکاتیہ رضویہ سلامیہ برہانیہ رضی اللہ عنہم

یا الٰہی رحم فرما مصطفٰی کے واسطے   یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے   کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے   علم حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر   بے غضب ہو راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہر معروف وسری معروف دے بے خودسری   جند حق میں گن جنید با صفا کے واسطے

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا   ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد   بوالحسن اور بو سعید سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا   قدر عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

احسن اللہ لہ رزقا سے دے رزق حسن   بندۂ رزاق تاج الاصفیاء کے واسطے

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح ومنصور رکھ   دے حیات دیں محی جاں فزا کے واسطے

طور عرفان و علو حمد و حسنیٰ و بہا   دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہر ابراہیم ہم پر نار غم گلزار کر   بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

خانۂ دل کو ضیاء دے روئے ایماں کو جمال   شہ ضیاء مولیٰ جمال الاولیاء کے واسطے

دے محمد کے لئے روزی کر احمد کے لئے   خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے   عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے

حب اہل بیت دے آل محمد کے لئے   کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پرنور کر   اچھے پیارے شمس دیں بدر العلی کے واسطے

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر   حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے   میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

دین وایماں رکھ سلامت استقامت کر عطا   حضرت عبدالسلام با صفا کے واسطے

حجت و برہانِ حق پر رکھ مجھے ثابت قدم   حضرت برہانِ حق ابن ضیاء کے واسطے

بندۂ عاصی کی اپنی عاقبت محمود کر   شاہ محمود ابن فانی فی الرضا کے واسطے

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم وعمل   عفو عرفان عافیت اس بے نوا کے واسطے

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو   جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو   شادی دیدار حسن مصطفٰی ﷺ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات   ان کے پیارے منھ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دار و گیر   امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے   صاحب کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر   سیدِ بے سایہ کے ظلِّ لِوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن   دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں   عیب پوشِ خلق ستار خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم سے   ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حساب خندۂ بے جا رلائے   چشم گریانِ شفیعِ مرتجٰی کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب میری بے باکیاں   ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط   آفتاب ہاشمی نورالہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے   رب سلِّم کہنے والے غم زُدہ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائیں نیک ہم تجھ سے کریں   قدسیوں کے لب پہ آمین ربنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے   دولت بیدار عشق مصطفٰی ﷺ کا ساتھ ہو

یا الٰہی لے چلیں جب دفن کرنے قبر میں   غوث اعظم پیشوائے اولیاء کا ساتھ ہو